مخلوق کے شر سے بچنے کی دعا

خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((من نزل منزلا قال: "**اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.**" لم يضره شيء حتى يرتحل من منزله ذلك.))

(صحيح مسلم)

''جو شخص کسی جگہ ٹھہرے اور یہ دعا پڑھے: ''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے ساری مخلوقات کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' تو اسے اس جگہ سے روانہ ہونے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔''

تنزیہ کی تکمیل

تجسم اور تنزیہ کے لحاظ سے قرآن کا تصورِ الٰہی تنزیہ کی ایسی تکمیل ہے جس کی کوئی نمود اس وقت دنیا میں موجود نہیں تھی۔ قرآن سے پہلے تنزیہ کا بڑے سے بڑا مرتبہ جس کا ذہن انسانی متحمل ہو سکا تھا، یہ تھا کہ اصنام پرستی کی جگہ ایک ان دیکھے خدا کی پرستش کی جائے، لیکن جہاں تک صفاتِ الٰہی کا تعلق ہے، انسانی اوصاف وجذبات کی مشابہت اور جسم و ہیئت کے تمثل سے کوئی تصور بھی خالی نہ تھا۔ ہندوستان اور یونان کا حال ہم دیکھ چکے ہیں۔ یہودی تصور جس نے اصنام پرستی کی کوئی شکل بھی جائز نہیں رکھی تھی، وہ بھی اس طرح کے تشبہ وتمثل سے یکسر آلودہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا کو ممرے کے بلوطوں میں دیکھنا، خدا کا حضرت یعقوب علیہ السلام سے کُشتی لڑنا، کوہ طور پر شعلوں کے اندر نمودار ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا کو پیچھے سے دیکھنا، خدا کا جوشِ غضب میں آ کر کوئی کام کر بیٹھنا اور پھر پچھتانا۔ بنی اسرائیل کو اپنی چہیتی بیوی بنا لینا اور پھر اس کی بدچلنی پر ماتم کرنا، ہیکل کی تباہی پر اس کا نوحہ، اس کی انتڑیوں میں درد کا اُٹھنا اور کلیجے میں سوراخ پڑ جانا تورات کا عام اسلوبِ بیان ہے۔

اصل یہ ہے کہ قرآن سے پہلے فکرِ انسانی اس درجہ بلند نہیں ہوا تھا کہ تمثیل کا پردہ ہٹا کر صفاتِ الٰہی کا جلوہ دیکھ لیتا۔ اس لیے ہر تصور کی بنیاد تمام تر تمثیل وتشبیہ ہی پر رکھنی پڑی، مثلاً تورات میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف زبور کے ترانوں اور یشعیا کی کتاب میں خدا کے لیے شائستہ صفات کا تخیل موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف خدا کا کوئی مخاطبہ ایسا نہیں جو سرتاسر انسانی اوصاف وجذبات کی تشبیہ سے مملو نہ ہو۔ حضرت مسیح نے جب چاہا کہ رحمتِ الٰہی کا عالمگیر تصور پیدا کریں تو وہ بھی مجبور ہوئے کہ خدا کے لیے باپ کی تشبیہ سے کام لیں۔ اسی تشبیہ سے ظاہر پرستوں نے ٹھوکر کھائی اور ابنیتِ مسیح کا عقیدہ پیدا کر لیا۔

لیکن ان تمام تصورات کے بعد جب ہم قرآن کی طرف رُخ کرتے ہیں اور تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اچانک فکر وتصور کی ایک نئ دنیا سامنے آ گئی۔ یہاں تمثیل وتشبیہ کے تمام پردے بہ یک دفعہ اُٹھ جاتے ہیں، انسانی اوصاف وجذبات کی مشابہت مفقود ہو جاتی ہے، ہر گوشے میں مجاز کی جگہ حقیقت کا جلوہ نمایاں ہو جاتا ہے اور تجسم کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ تنزیہ اس مرتبہ کمال تک پہنچ جاتی ہے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾[الشوریٰ:١١]''اس کے مثل کوئی شئے نہیں۔'' کسی چیز سے بھی تم اسے مشابہ نہیں ٹھہرا سکتے۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝﴾[الانعام:١٠٣]

''انسان کی نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں، لیکن وہ انسان کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بڑا ہی باریک بین (اور) باخبر ہے۔''

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۝اَللّٰهُ الصَّمَدُ۝لَمْ يَلِدْ۝وَلَمْ يُوْلَدْ۝وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۝﴾[الاخلاص:١-٤]

''اللہ کی ذات یگانہ ہے، بے نیاز ہے۔ اسے کسی کی احتیاج نہیں۔ نہ تو اس سے کوئی پیدا ہوا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی ہستی اس کے درجے اور برابر کی ہوئی۔''

(مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

7 شعبان المعظم 1435ھ جمعۃ المبارک 06 تا 12 جون 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 23 جلد 66

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

اچھا پڑوسی بھی غنیمت!

حافظ احمد شاکر

اسلام دشمنی اور مسلم کشی کی حمایت میں معروف اور عالمی طور پر متنازعہ شخصیت نریندر مودی نے نسبتاً متوازن اور بھارت کی قدیم ترین سیاسی جماعت کانگرس کو واضح شکست سے دوچار کرکے ایک نئی تاریخ رقم کردی اور بھارتی وزیر اعظم کا حلف اُٹھالیا۔اس موقعہ پر جناب مودی نے حسب روایت بھارت کے گردونواح کے حکومتوں کے سربراہان کو بھی تقریب حلف برادری میں شرکت کی دعوت دی۔حتی کہ اپنے ہدف اور اصل حریف پاکستان کے وزیر اعظم کو بھی دعوت دی، جس کو روایتی غور وخوض کے بعد قبول کرلیا گیا اور میاں صاحب اپنے مختصر وفد کے ساتھ ہندیاترا کرنے کے لیے بھاگم بھاگ روانہ ہوگئے جب کہ قوم ان مسائل اور معاملات پر میاں صاحب کے تفصیلی بیان کی منتظر رہی جس پر گفتگو کرکے دورے کو مفید بنایا جاسکتا تھا۔ادھر ملتے ہی بنیا اپنی پوتھیاں (بہی کھاتے) کھول کر بیٹھ گیا اور ہمارے میاں صاحب تصادم کو تعاون سے تبدیل کرنے کے درخواست نما مشورے دیتے رہے۔میاں صاحب نے کیا کھویا اور کیا پایا یہ تو وقت بتائے گا،لیکن ہندو انتہا پسند تنظیموں،جن کی اشیرباد سے مودی اقتدار کے سنگھاسن تک پہنچا،کی اذان فجر پر پابندی کے تقاضے سے ہندو کا خبث باطن چھلک کا باہر آگیا۔

ان صفحات میں شاید اس سے پہلے بھی اظہار کیا تھا کہ پڑوس چیزے دیگر اور دوستی چیزے دیگر، یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ عالم کفر کے اشارۂ ابرو سے بنیا پاکستان سے بامر مجبوری دوستی کی پینگیں جو بڑھا رہا ہے وہ صرف اپنے روشن مستقبل کی توقع پر کہ عالمی طاغوت نے اس کو برصغیر پر تھانیداری کا جھانسہ دے رکھا ہے صرف پاکستان اس کے تفوق میں آڑے آیا ہوا ہے وگرنہ بھارت کے دائیں بائیں کی تمام حکومتیں تو پہلے ہی اس کے ہاں یرغمال ہیں۔بفضلہ تعالیٰ دین اسلام نے اُمت مسلمہ کو پڑوسی کے حقوق بھی تفصیلاً بتائے ہیں اور دوستی کے اُصول تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر بالوضاحت ارشاد فرمادیے ہیں۔زندگی کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ فوز ونجات شریعت کے بتائے ہوئے اُصولوں ہی...... سے ممکن نہیں بلکہ انھی...... میں مضمر ہے۔

پڑوسی فرد ہو یا مملکت، پڑوسیوں کے باہمی حقوق برابری کے ہوتے ہیں برابری کی سطح پر جملہ معاملات طے کیے جاتے اور چلائے جاتے ہیں،لیکن دوستی یعنی دو مسلمانوں یا مسلمان مملکتوں کی دوستی کا بنیادی اُصول اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مومن صرف مومن سے دوستی کرے غیر مسلموں سے دوستی و راز داری اور ان پر...... کلی...... اعتماد نہ کرے یعنی اسلام سے ماوراء دوستی کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔سورہ توبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے کہا کہ ''منافق مرد اور عورتیں بعض ان کے بعض میں سے ہیں'' اور مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مومن مرد اور عورتیں ان کے بعض بعض کے دوست ہیں۔'' ہمارے حکم رانوں بلکہ پالیسی سازوں کو چاہیے کہ اگر وہ پڑوسی اور دوستی کا فرق ملحوظ رکھ کر خارجہ پالیسی احکام الٰہی کی روشنی میں تشکیل دیں گے تو اس سے پڑوسی ممالک ہی میں نہیں عالمی سیاست میں بھی ان شاء اللہ اُس کی افادیت بہت جلد نظر آنی شروع ہوجائے گی۔بالکل تازہ ترین حقیقت جس پر غور کرنا شاید ہم نے ضروری نہیں جانا کہ مودی کی کامیابی بہ ظاہر بغض مسلم کی رہینِ منت ہے کہ اس نے انتخابی نعروں میں مسلم دشمنی کے اظہار کو غالب رکھا اور اپنی کارکردگی میں مودی نے اسلام اور مسلم دشمن خدمات گنوا کر ہندو جنتا کے ووٹ حاصل کیے۔افسوسناک بات یہ ہے جس طنطنے سے کفار اپنے کفر کا اظہار کرتے ہیں، جب کہ دین اسلام کے سامنے کفر ھباء منثورا ہے، ہمارے مسلمان حکم ران خصوصاً پاکستانی حکم ران اپنے دین کی حقانیت کے اظہار، اس پر افتخار اور اس کو انتخابی نعرہ بناتے ہوئے ہچکچاتے اور شرماتے میں شاید یہ حکمران انھیں کا گانے پر مجبور ہوں جن کا یہ کھاتے ہوں گے۔

....

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح بعض بلکہ اکثر تجربے اور تجزیے حالات وواقعات رونما ہونے سے کیے جاتے ہیں۔تازہ ترین حالات کا اگر جائزہ لیا جائے، تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ عالمی مبصرین کے بقول امریکہ اپنے طے شدہ منصوبے کے تحت افغانستان میں صرف اس

لیے اترا تھا کہ وہ نہتے افغانوں کو فتح کر کے اپنی خواہش دیرینہ بروئے کار لے آئے اور پاکستان میں اپنے پنجے گاڑ کر شمالی پٹی پر مکمل قبضہ کر لے واضح رہے کہ گلگت میں جملہ ترقیاتی کام اور منصوبے تمہیداً اس کی اسی نیت شرّ کا مظہر ہیں، اور وہ چاہتا ہے کہ یہیں یعنی شمالی پٹی سے چائینہ کو کنٹرول کر لے جس کے بعد پھر واحد سپر پاور بن جانے میں امریکہ کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ امریکہ دنیا میں واحد فرعون نہیں تاریخ بتاتی ہے کہ اس سے پہلے کئی فرعون اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں اور یہ بھی ان شاء اللہ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ سورہ حم السجدہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا جب یہ چیلنج بیان کیا کہ ''ہم سے قوت میں زیادہ کون ہے؟'' تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ ''وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا قوت میں ان سے بہت زیادہ ہے'' دور حاضر کا یہ فرعون اب نہتے افغانوں سے مونہہ کی کھا کر خود تو بھاگ رہا ہے، لیکن افغانستان کی حفاظت کے نام پر بھارتی فوجیں وہاں داخل کر کے پاک بھارت اور افغانستان سے انتقام یوں لے گا کہ پاک افغان تصادم میں اب کوئی امریکی فوجی ہلاک نہیں ہوگا بلکہ باہمی مسلمان ہی مریں گے یا پھر برصغیر کی اس نسل کے بچے ہی باہم لڑ مریں گے جنھوں نے برصغیر سے صلیبی استبداد کو ناک رگڑتے ہوئے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ لہٰذا بھارت اور افغانستان کے حکم رانوں کو چاہیے کہ وہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنی سرزمین کو خون مسلم سے رنگین نہ ہونے دیں کہ کل کلاں یہ کفر......صلیب، یہود، ہنود......تو بغض مسلم میں ایک ہونے میں دیر نہیں کرے گا لیکن ہمیں آج ہی ''المومن جسد واحد'' کا مظہر بن کر کفار کی سازشوں کو ناکام بنانے کی پالیسیاں بنانا ہوں گی۔ پاکستانی حکم رانوں سے درخواست ہے کہ وہ بھارت کو دوست مت جانیں صرف اچھے پڑوسی ہونے کا بھی اگر وہ مظاہرہ کر دے تو اس کی ''بغل'' کو نظر میں رکھ کر اسی کو غنیمت جان لیں۔

....

گماشتے:

وطن عزیز میں آج کل جیو چینل کے بارے میں ایک ہنگامہ بپا ہے۔ کیوں کہ اس نے اولاً وطن عزیز کے ایک معتبر وموقر ادارے کے متعلق زہر افشانی کی ، اس کے سربراہ کو ہدف تنقید بنایا پھر چند ہی دن بعد اس نے اہل بیت اطہار سے دور حاضر کے بے عمل مسلمانوں کو تشبیہ دے کر ایک ایسی گستاخی کا ارتکاب کیا جس کے وقوع سے ایمان ہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ جیو کی ان حرکتوں سے عساکر پاکستان کو متوجہ ہونا ہی تھا کہ یہ ان کے مقام، وقار اور عزت واحترام کا مسئلہ تھا عام پاکستانی بھی اس کی اس ناروا بلکہ گستاخانہ حرکات پر ناراض بلکہ مشتعل ہو گئے، اب عوام کے اشتعال اور جیو کی معذرتوں کا سلسلہ چل رہا ہے دیکھئے ع بات چل نکلی ہے دیکھئے اب کہاں تک پہنچے

ان صفحات میں ہم ایک سے زیادہ بار اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ انسانیت پر تغلّب کے لیے دنیا میں فحش کی اشاعت، صہیونیت کا ایک ایسا ہدف ہے جو اس نے دوسو برس پہلے طے کیا تھا وہ اپنے اس مقصد کے لیے کس طرح کی دسیسہ کاریاں اور سازشیں کرتا ہے وہ اب کسی سے مخفی نہیں، پرنٹ میڈیا ......زنانہ کپڑوں کی ڈیزائن بکس اور فلمی رسائل کو چھوڑ کر......اس نچلی سطح تک آچکا ہے کہ خاتون خانہ کی (صرف تصویر ہی نہیں) ناروا تصویروں سے کوئی اخبار خالی نہیں ہوتا حتیٰ کہ اب ''نوائے وقت'' جیسے اخبار کو بھی اس رو میں بہنا پڑا۔ پاکستانی روزناموں کی صحافت کی تاریخ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اس فحش کی اشاعت کا بانی کون سا روزنامہ بنا؟ اور اس نے اسی بنیاد پر غیر معمولی ترقی کی۔ اسی طرح سب سے پہلا ٹی وی چینل کس نے شروع کیا تھا؟ باقی چینلز کا سیلاب تو اس کے بعد ہی آیا، سب سے پہلے کس چینل نے فحش کی برملا اشاعت شروع کی پھر اس کے بعد دوسرے چینلز تو جذبہ مسابقت میں چل سو چل۔ قیام پاکستان کی وجوہات تو اب کسی بچے سے بھی چھپی نہیں رہیں۔ پھر بھارت کے مسلم دشمنی کو کون نہیں جانتا؟ لیکن امن کی آشا کا مکروہ پروپیگنڈا کر کے گویوں اور رقاصاؤں کی ترجمانی سے ان کی ہمدردیاں کس نے حاصل کیں؟ کس اخبار نے پاک بھارت کی لکیر......سرحد......کو ختم کرنے کی جرأت کس نے کی؟ اور اس کو ہوا کس نے دی؟ کیا اس سے پاکستانیوں کی نئی نسل کے معصوم ذہنوں میں پاکستانیت کا تشخص مجروح نہیں ہوا؟ بھارت کی بہ ظاہر سیکولر لیکن اصلاً ہندو حکومت نے کیا اب تک پاکستان کو بہ دل وجان تسلیم کیا؟ امن کی آشا کے اس میٹھے زہر سے نئی نسل کے ذہن کو گدلا کون کر رہا ہے؟ اب یہ بڑے بڑے چینل ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں اور ایک دوسرے کا کچا چٹھا بیان کر رہے ہیں۔ عوام کو اب یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ کیا وہ ان ٹی وی چینلز کے ڈراموں، کہانیوں، فلموں اور غیر ملکی تخلیقات سے اپنی نئی نسل کو آوارہ، بے کار، نکھٹو بنانا چاہتی ہے؟ تا کہ کل کلاں وہ بے کاری، بے روزگاری سے تنگ آکر کسی کا آلۂ کار بن کر دہشت گرد بن جائیں، خودکش حملوں میں ملوث ہوں اور تخریب کار بن جائیں یا ایک شریف النفس مسلمان یا اچھے شہری بن جائیں۔ یاد رکھیں فحش کا یہ سیلاب جو یہود اپنے گماشتوں کے ذریعے وطن عزیز میں بھیج رہا ہے یہ ہمارے دین، تہذیب، ثقافت اور معاشرت سب کو بہالے جائے گا۔

درس قرآن

قسط نمبر ۵۷

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

ہجرت کے اسباب:

ایک ملک یا ایک شہر چھوڑ کر دوسرے ملک یا شہر میں چلے جانے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے احکام القرآن (۱/ ۲۰۱) میں اور انھی کے حوالے سے علامہ قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن (۵/ ۳۴۹، ۳۵۰) میں اور علامہ نووی نے اربعین میں پہلی حدیث کے تحت ذکر کیا ہے کہ ہجرت کی چھ (۶) نوعیتیں ہیں:

(۱) دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرض تھی آپ ﷺ کے بعد یہ حکم ساقط ہو گیا۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ((لا ھجرۃ بعد الفتح .)) ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔'' البتہ باقی دیار میں یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے کہ دارالحرب کو چھوڑ کر دارالاسلام میں چلے جانا فرض ہے۔

(۲) ارضِ بدعت سے ہجرت کرنا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جہاں سلف پر سب وشتم کیا جاتا ہو وہاں رہنا جائز نہیں۔ ابن العربی نے کہا ہے کہ امام مالک نے یہ بالکل درست فرمایا ہے کیوں کہ منکر کو اگر روکنے پر قدرت نہ ہو تو وہاں ٹھہرنا درست نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [الانعام: ٦٨]

''اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔''

(۳) جس ملک یا شہر میں حرام کا غلبہ ہو۔ کیوں کہ طلب حلال مسلمان پر فرض ہے۔

(۴) جہاں جان کو خطرہ ہو۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اسی بنا پر وطن چھوڑا تھا۔ علامہ ابن العرابی نے گو یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی نام لیا ہے۔ مگر ان کا یہ اقدام دراصل اپنے دین کے لیے تھا جان کے لیے نہیں۔

(۵) طاعون کے علاوہ اگر کسی جگہ کوئی وبائی بیماری پھیل جائے تو وہاں سے نکل جانا چاہیے۔

(۶) مال کے نقصان کا خطرہ ہو تب بھی وہ ملک یا شہر چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کی جان کی طرح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس نکلنے کو کنارہ کشی اور عُزلت نشینی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کیوں کہ اُنھوں نے اپنا ملک چھوڑتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا﴾ [مریم: ٤٨]

''اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا۔''

ان کے اسی قول کو علماء کرام نے عُزلت نشینی کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ فتنہ وفساد کے دور میں گوشہ نشیں ہو جانا یا اپنا وطن اور علاقہ چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لینا کہ دین وایمان محفوظ رہے، مستحب ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یوشك ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بھاشعف الجبال ومواقع القطر ، یفر بدینه من الفتن .))(صحیح بخاری، رقم: ١٩)

''عنقریب ایک وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کے ساتھ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں پر جائے گا اس کا یہ نکلنا اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے ہوگا۔''

اس موضوع کی دیگر روایات علامہ نووی نے ریاض الصالحین میں ''باب استحباب العزلة عند فساد الزمان ''کے تحت اور علامہ منذری نے الترغیب والترھیب (٣/٤٣٩-٤٤٥) میں بیان کر دی ہیں۔ شائقین ان کی مراجعت فرمالیں۔ بلکہ علامہ ابوسلیمان الخطابی نے اسی موضوع پر ایک مستقل کتاب ''العزلۃ'' کے نام سے لکھی ہے۔

مگر جمہور علمائے کرام نے لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کو ہی افضل قرار دیا ہے۔ جمعہ وجماعت میں، نیکی کے مقامات، مجالس تعلیم وتعلّم، مجلس ذکر میں حاضر ہونا، بیماریوں کی عیادت کرنا، جنازوں میں شریک ہونا، ضرورت مندوں کی خبر گیری کرنا، جاہلوں کی راہ نمائی کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرنا لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنا اور لوگوں کو ایذا دینے سے اپنے آپ کو بچانا افضل اور عظمت کا حامل ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ یہی پسندیدہ طریقہ ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور خلفائے راشدین اور ان کے بعد صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد علمائے مسلمین اور دیگر نیک لوگ اسی پر کار بند رہے ہیں، یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا مذہب ہے۔ اسی کے امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہائے کرام رحمہم اللہ قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔''(المائدۃ:٢)(ریاض الصالحین)

بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المؤمن الذی یخالط الناس ویصبرعلی اذا ھم افضل من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذا ھم .))

(سنن ترمذی، سنن ابن ماجه بحوالہ الصحیحة، رقم: ٩٣٩)

''وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھتا ہے اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل ملاپ نہیں رکھتا اور ان کی تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا۔''

اسلام دین رہبانیت نہیں کہ انسان دنیا سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں پر جا بسیرا کرے اور انسانوں سے قطع تعلق کرلے۔ فلاح کی راہ ''تواصی بالحق ''اور ''تواصی بالصبر ''(یعنی حق اور صبر کی تلقین) ہی ہے۔ لیکن اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قدرت نہ ہو یا اس کی ادائیگی میں کسی بڑے فتنے میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بُری اور منکرات سے سجی مجلسوں میں بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں ایسی حالت میں گھر میں بیٹھنے کا حکم ہے۔ امام بخاری نے اسی بنا پر باب قائم کیا ہے:

''باب العزلة راحة للمؤمن من خلاط السوء .''

''بری مجلس سے گوشہ نشینی مومن کے لیے راحت کا باعث ہے۔''

اصل حفاظت تو دین وایمان کی ہے۔ اس لیے ایمان کی سلامتی اور عمل وکردار کی پاکیزگی کی صورت میں تو اجتماعی معاشرے میں رہنا افضل ہے۔ اصحاب کہف نے ایمان کے لیے شہر چھوڑ کر غار میں

جابسیرا کیا تھا۔فتنوں سے بچنے کے لیے سلمہ بن اکوع نے ربذہ میں اورعروہ بن زبیر نے وادی عقیق میں جابسیرا کیا تھا۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتنوں سے بچنے کے لیے گھر میں بیٹھ گئے تھے اور عموماً محافل میں شریک نہیں ہوتے تھے۔سیدالطائفہ جناب جنید بغدادی نے فرمایاہے:

"مكابد العزلة أيسر من مداراة الخلطة ."

''گوشہ نشینی کی تکلیف برداشت کرلینا لوگوں کی میل ملاقات اور مدارات سے زیادہ آسان ہے۔''

امام خطابی نے فرمایاہے کہ اگر گوشہ نشینی کا یہی فائدہ ہو کہ اس سے غیبت اور منکرات دیکھنے سے بچارہتا ہے جس کے ازالے پر وہ قادر نہیں تو یہی بہت بڑی خیر ہے۔(فتح الباری:۱۱/۳۳۱)

حضرت ابوذر فرماتے ہیں:

"الوحدة خير من جليس السوء ." (فتح الباری)

''تنہائی بری مجلس سے بہتر ہے۔''

اس حوالے سے شائقین زوائد الزہد لابن المبارک (ص:۳-۷)، الزہد الکبیر للبیہقی (ص:۱۷۳)، الزہد للامام الوکیع: (۲/۵۱۴)،الرسالۃ للقشیری(ص:۲۵۶-۲۶۱)، احیاء العلوم: (۲/۲۲۱-۲۴۱)وغیرہ کتب ملاحظہ فرمائیں۔



ضرورت ہے!

ایک دینی ادارے میں محنتی اور ہمہ وقتی کام کرنے کے لیےلڑکے کی ضرورت ہے۔ مڈل/ انڈر میٹرک ہو اور سائیکل چلاسکے۔ مسجد اور دفتر میں کام کرنے کا جذبہ رکھنے والے غیر مقامی کو رہائش اور تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔

رابطہ: 0344-4424449



بقیہ : آہ! حافظ محمد سعید رحمہ اللہ آف کھوکھر کی

حافظ سعید صاحب کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ایک بیٹا حافظ قرآن ہے باقی بیٹے بیٹیاں دنیوی تعلیم سے تو بہرہ ور ہیں مگر دین کے علم سے محروم ہیں۔ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔حافظ قرآن بیٹا فیصل آباد کی کسی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی حسنات کو قبول فرمائے اور انسانی لغزشوں سے درگزر فرمائے،آمین۔

وفات:

۲۸مارچ۲۰۱۴ءبروز جمعۃ المبارک نماز فجر گھر میں ادا کی۔معمول تھا کہ نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے ذکر اذکار کرتے رہتے۔ مگر آج نماز پڑھ کر گھر والوں کو آواز دی۔ بڑے بیٹے نے آکر دیکھا سینے پر ہاتھ رکھے لیٹے ہوئے تھے پوچھا تو بتایا کہ شدید درد ہو رہا ہے۔ گاڑی منگوائی کہنے لگے سول ہسپتال لے چلو۔ وہاں پہنچے ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا مگر چند ہی لمحوں بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی،اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ کھوکھر کی قبرستان میں حافظ عمر صدیق حفظہ اللہ نے رقت آمیز انداز میں پڑھائی جس میں عوام اور علماء کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔مگر افسوس کہ بندہ ناچیز بہ وجہ عدم اطلاع جنازے میں شریک نہ ہوسکا۔



خطیب کے ضرورت مند

کسی مسجد اہل حدیث میں خطابت کے لیے خطیب کی ضرورت ہو تو احباب جماعت رابطہ کریں۔تدریس وامامت وخطابت کا دورانیہ ۱۵برس ہے۔

رابطہ:0301-6610692

افتاء

اقرب ولی کے بغیر نکاح کا حکم؟

مفتی عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ

سوال: راقم مسمیٰ محمد رضوان نے مسمات انیلہ بی بی دختر محمد یونس سے باہمی رضا مندی سے بہ عدالت نکاح کیا جو اس دن (۲۵ ؍اپریل ۲۰۱۴ء) کو رجسٹر نکاح میں درج بھی ہوا اور باقاعدہ مہر بھی ادا کیا گیا جب کہ دو گواہان بھی علاوہ نکاح خواں و وکیل، موجود تھے۔

کچھ دنوں بعد مسمات انیلہ کے والد کو بھی خبر کر دی گئی۔ اس کے والد اور چچا نے میرے والد سے مل کر شرعی رخصتی کا معاملہ بھی طے پالیا جب کہ لڑکی کے بھائیوں کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے شور مچا دیا۔ رخصتی تو کیا، بات خون خرابے تک چلی گئی۔ لڑکی کے والد اور چچا نے راقم محمد رضوان اور میرے والد کی منت سماجت کی کہ آپ بچی کو طلاق دے دیں ورنہ ہمارا گھر قتلوں سے بھر جائے گا۔

لہٰذا میں نے ان کے اور اپنے بھائیوں اور والدین کے مجبور کرنے پر نا چاہتے ہوئے بھی طلاق طلاق طلاق قانونی کاغذ پر لکھ دیا اور دستخط کر دیے۔ طلاق تو جبری طور پر دی جولڑ کے اور لڑکی کی رضامندی کے بغیر ہے، اب بھی علیحدگی نہیں چاہتے۔ اب لڑکی انیلہ بی بی کے شدید اصرار پر اُس کے والد، چچا اور دیگر اہل خانہ صلح اور آبادی پر زور دے رہے ہیں جب کہ طلاق دیے کو صرف آٹھ تا دس گھنٹے ہی گزرنے پائے ہیں۔

اس مسئلے پر میری راہ نمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ کیا سابقہ عدالتی نکاح قائم ہوسکتا ہے یا تجدید نکاح ہوگا؟

(محمد رضوان، گوڑھا محلّہ، منڈی بہاء الدین)

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنه الصدق والصواب. بہ شرط صحت سوال صورت مسئولہ میں از روئے کتاب وسنت عدالتی نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا کیوں کہ صحت نکاح کے لیے ولیِ اقرب یعنی والد کی بلا جبر و اِکراہ اور بہ طیبِ خاطر اجازت ضروری ہے، چنانچہ قرآن میں ہے:

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝﴾ [البقرة: ۲۳۲]

’’جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے بیٹھو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو اپنے طلاق دہندہ خاوندوں کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے سے مت روکو۔ جب وہ آپس میں شریعت کے مطابق راضی ہو جائیں۔‘‘

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ولی کو روکنے اور پابند کرنے کی اجازت از روئے قرآن حاصل ہے۔ ورنہ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ جملہ عبث قرار پاتا ہے، جب کہ قرآن کلام عبث سے من جمیع الوجوہ پاک اور مبرا ہے، لہٰذا قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحتِ نِکاح کے لیے لڑکی کے والد کی اجازت شرط اولیں ہے۔

اب آیئے احادیث کی طرف:

✱......’’عن ابی موسی عن النبی ﷺ قال: ((لا نكاح الا بولی.))‘‘ (نیل الاوطار: ۶/ ۲۴۹)

’’حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (شرعی) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔‘‘

❁......"عن عائشة رضي الله عنها ان النبی صلى الله عليه وسلم قال: ((ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل ، فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها .))" (رواهما الخمسة الاالنسائی بحوالہ نیل الاوطار: ٦/ ٢٤٩ ، ٢٥٠)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوعورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گی وہ نکاح باطل ہوگا ، باطل ہوگا اور باطل ہوگا۔ دخول کی صورت میں مہرلازم ہوگا کہ مرداس کواستعمال کر چکا ہے۔''

امام شوکانی فرماتے ہیں:

"حدیث ابی موسی اخرجه ایضا ابن حبان والحاکم و صححاه ذکرله الحاکم طرقا وقال: و قد صحت الروایة فیه عن ازواج النبی صلى الله عليه وسلم: عائشة وام مسلمة وزینب بنت جحش ثم سرد تمام ثلاثین صحابیا . "
(نیل الاوطار: ٦/ ٢٥٠)

''ابوموسیٰ کی حدیث کوامام ابن حبان اورامام حاکم دنوں نے صحیح کہا ہے اورازواج مطہرات: عائشہ، ام سلمہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ازاں بعدامام حاکم نے فرمایاہے کہ یہ حدیث تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔''

نیز امام علی بن مدینہ، امام بخاری اورامام محمد بن یحییٰ الزہلی نے بھی اس حدیث کوصحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ آیت شریفہ اوران احادیث صحیح اورحقہ کے مطابق عدالت والا نکاح باطل ہے شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا۔لہٰذا مسئلے کا حل یہ ہے کہ استبرائے رحم کے بعد والد کی اجازت سے دو گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر کے تعین سے نکاح پڑھ دیا جائے ۔ سابقہ کارروائی سارازنا ہےاس کے لیےمعافی مانگیں۔مفتی کسی قانون سقم کا ہرگز ذمہ دارنہ ہوگا۔هذا ما عندی والله تعالی اعلم بالصواب والیه المرجع والماب فی یوم الحساب .



بقیہ: مصارف زکات میں" في سبيل الله" کا مفہوم......

ان تمام احادیث مبارکہ میں اہل علم نے''فی سبیل اللہ'' سے جہاد ہی مرادلیا ہے۔ یہ تمام قرائن اس بات کوترجیح دینے کے لیے کافی ہیں کہ آیت مصارف زکات میں''فی سبیل اللہ'' سے مراد جہاد ہے۔ یہاں اس کے لغوی معنی مرادنہیں ہیں ،جمہور کا بھی یہی قول ہے اور حدیث((لا تحل الصدقة لغنی الا لخمسة ......إلخ .)) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس میں غازی''فی سبیل اللہ'' کا بھی ذکر ہے۔(فقہ الزکاۃ:٢/٦٥٢-٦٥٧۔طبع اول)

__خلاصہ کلام:__

آیت مصارف زکات میں''فی سبیل اللہ'' سے کیا مراد ہے؟اس بارے میں تین اقوال ہیں:

١: اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔
٢: اس سے مراد حج اورعمرہ ہے۔
٣: اس سے تمام اعمال صالحہ مراد ہیں۔

ان میں سے پہلا قول سب سے زیادہ صحیح اور قابل ترجیح ہے، کتاب وسنت کے دلائل سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور جمہور اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے۔سعودی عرب کی هيئة كبار العلماء کی بھی یہی تحقیق ہے، جیسا کہ کبار علماء کی اس انجمن کی طرف سے''فی سبیل اللہ'' کے زیرعنوان ایک تحقیقی مقالہ''مجلة البحوث الاسلامیہ''(جلد:١، شمارہ:٢، مجریہ ١٣٩٥ھ)میں شائع ہوا تھا۔ ہم نے بھی اس تحقیقی مقالے سے استفادہ کیا ہے۔



تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۲ آخری

مصارف زکات میں "في سبيل الله" کا مفہوم واطلاق

(مولانا) محمد خالد سیف حفظہ اللہ

جمہوراہل علم کے دلائل:

اپنے موقف کے لیے جمہور اہل علم کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱: اصطلاح شریعت میں ''سبیل اللہ'' کا علی الاطلاق استعمال اکثر وبیشتر جہاد ہی کے لیے ہوتا ہے، بلکہ کہنا یوں چاہیے کہ اس سے مراد صرف جہاد ہی ہوتا ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں چند ایک مقامات کے سوا ''سبیل اللہ'' کے الفاظ جہاد ہی کے لیے استعمال ہوئے ہیں، لہٰذا واجب ہے کہ مصارف زکات کے ضمن میں مذکور ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ کو جہاد ہی پر محمول کیا جائے۔ قرآن مجید میں جہاد کے لیے ''فی سبیل اللہ'' کے استعمال کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ [البقرة: ۱۹۰]

''اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں، تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔''

ایک اور مثال:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ [الصف: ٤]

''اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں، جو اللہ کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں، گویا وہ ایک سیسہ پلائی دیوار ہیں۔''

۲: حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے مروی یہ حدیث صریح ((لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة......لغاز في سبيل الله......إلخ .)) ''پانچ لوگوں کے سوا اور کسی دولت مند کے لیے زکات حلال نہیں ہے: ......(ان میں سے ایک) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے......الخ۔'' ''فی سبیل اللہ'' کی تفسیر ہے، لہٰذا ''فی سبیل اللہ'' کو جہاد پر محمول کرنا واجب ہے۔

۳: بہت سے آثار بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ''سبیل اللہ'' سے مقصود جہاد ہے، جیسا کہ امام ابن جریر طبری، امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفسیروں میں ابن زید رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' سے مراد غازی فی سبیل اللہ ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے 'الدر المنثور' میں مقاتل رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد مجاہدین ہیں۔

دوسرا قول:

اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ ''سبیل اللہ'' سے مراد غازیوں، حاجیوں اور عمرہ ادا کرنے والوں پر خرچ کرنا ہے۔ یہ قول جن مفسرین، محدثین اور فقہاء سے منقول ہے، ان میں سے چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فی سبیل اللہ سے مراد وہ مجاہد بھی ہیں جنھیں سرکاری خزانے سے کوئی تنخواہ وغیرہ نہ ملتی ہو، جب کہ امام احمد، امام حسن اور امام اسحاق رحمہم اللہ کے نزدیک حج بھی ''فی سبیل اللہ'' میں داخل ہے۔'' (تفسیر القرآن العظیم: ۲/ ۳۶۶)

امام قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''فی سبیل اللہ سے مراد غازیوں اور سرحدوں پر خرچ کرنا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حج اور عمرہ کرنے والے ہیں، امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ سے بھی یہی منقول ہے کہ ''سبیل اللہ'' سے مراد حج ہے۔ بخاری میں ابولاس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکات کے اونٹوں سے ہمیں حج کے لیے سواریاں عطا فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ انسان اپنے مال زکات سے غلام آزاد کرسکتا اور حج کے لیے اخراجات دے سکتا ہے۔ حافظ عبدالغنی نے اپنی سند کے ساتھ ابو الحکم کی روایت بیان کی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! میرے شوہر نے وصیت کی تھی کہ اس کا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا جائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ''اُنھوں نے جیسے کہا تھا، ان کا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دو۔'' میں نے کہا کہ اس نے جو سوال پوچھا تھا، آپ نے یہ جواب دے کر اس کی پریشانی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا: ''ابن ابی نعم! تمھارا کیا خیال ہے کہ میں اسے یہ حکم دوں کہ وہ یہ مال ان فوجوں کو دے دے جو زمین میں زیادتی کرتی اور راستوں کو کاٹ دیتی ہیں!'' میں نے پوچھا: پھر آپ اسے کیا حکم دیں گے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''میں تو اسے یہ حکم دوں گا کہ وہ یہ مال نیک لوگوں کو دے دے اور بیت اللہ الحرام کے حجاج کو دے دے کیوں کہ یہ لوگ رحمان کا وفد ہیں، یہ لوگ رحمان کا وفد ہیں، یہ لوگ رحمان کا وفد ہیں (اُنھوں نے یہ بات تین بار فرمائی) اور شیطان کے وفد کی مانند نہیں ہیں۔'' میں نے عرض کیا: ابوعبدالرحمان! شیطان کے وفد سے کون لوگ مراد ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا: ''وہ لوگ جو اُمراء کے پاس جا کر غیبت کرتے اور مسلمانوں میں جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں اور اس کے صلے میں انھیں انعامات وعطیات سے نوازا جاتا ہے۔''

(الجامع لاحکام القرآن: ۸/ ۱۸۵، مکتبۃ الغزالی، دمشق)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب قوله تعالى: ﴿ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾" کے تحت بیان فرمایا ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال زکات سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دے تو یہ جائز ہے۔ وہ اپنا مال مجاہدین اور اس شخص کو بھی دے سکتا ہے جس نے حج نہ کیا ہو۔ پھر اُنھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ.... إلخ﴾ [التوبة: ٦٠] اور فرمایا: ان میں سے جس کو بھی دے دو جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''بے شک خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہیں اللہ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔'' ابو لاس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حج کی سواری کے لیے زکات کے اونٹ عطا فرمائے تھے۔''

(صحیح بخاری، ص: ۲۳۸۔ دارالسلام، ریاض)

امام مجد الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے "باب الصرف في سبيل الله وابن السبيل" کے تحت ذکر فرمایا ہے:

''یوسف بن عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ نے اپنی دادی ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، اُنھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع فرمایا، اس وقت ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا جسے ابو معقل رضی اللہ عنہ نے ''فی سبیل اللہ'' دے دیا تھا۔ ہم بیمار ہو گئے، ابو معقل رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ام معقل! تم حج کے لیے کیوں نہ گئیں؟'' میں نے عرض کیا: ہم حج کے لیے تیار تھے کہ ابو معقل فوت ہو گئے۔ حج کے لیے ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا کہ اسے ابو معقل نے ''فی سبیل اللہ'' دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فهلا خرجت عليه ، فان الحج من سبيل الله .))

''تم کیوں نہ اس پر حج کے لیے چلی گئیں کیوں کہ حج بھی تو ''سبیل اللہ'' میں سے ہے۔'' (سنن ابی داود، حدیث: ۱۹۸۹)

امام شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اسے امام ابو داود، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے، لیکن اس کی سند میں ابراہیم بن مہاجر بن جابر بجلی کوفی ہے جو متکلم فیہ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں کچھ اور علل بھی ہیں۔'' (نیل الاوطار: ۴/۱۸۱، ۱۸۰)

مذکورہ دلائل کا جواب:

مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ نے ان حضرات کے دلائل کے حسب ذیل دو جواب دیے ہیں:

پہلا جواب:

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند میں ایک راوی عامر بن عبدالواحد الاحول ہے جس کے بارے میں امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ نے کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''صدوق يخطئ.''

شیخین نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قصے کو روایت کیا ہے، لیکن شیخین کی روایت میں اونٹ کے ''فی سبیل اللہ'' وقف کیے جانے کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے فرمایا تھا کہ اگر تم اس پر حج کر لیں تو یہ بھی ''فی سبیل اللہ'' ہوتا۔

اس طرح اُم معقل رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بہت زیادہ اضطراب اور اس کی سند و متن میں شدید اختلاف ہے، جس کی وجہ سے جمع و تطبیق بہت مشکل ہے اور پھر اس کے بعض طرق میں ضعیف، مجہول اور مدلس راوی بھی ہیں۔

بعض حضرات نے روایات کے اختلاف کی وجہ سے اسے متعدد واقعات پر محمول کیا ہے، لیکن یہ بھی بعید از قیاس ہے۔ ابولاس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں حافظ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، البتہ ابن اسحاق نے اسے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن منذر نے اس روایت کے ثبوت میں توقف سے کام لیا ہے۔

دوسرا جواب:

محدث مبارک پوری رحمہ اللہ نے ان دلائل کا دوسرا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ بلاشبہ حج ''سبیل اللہ'' ہے، بلکہ ہر نیک کام ہی ''فی سبیل اللہ'' ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان احادیث میں مذکور ''فی سبیل اللہ'' سے وہی مراد ہے جو آیت مصارفِ زکات میں ''فی سبیل اللہ'' سے مراد ہے، کیوں کہ ان احادیث میں ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ اپنے عام معنی میں ہیں، جب کہ آیت کریمہ میں اس کے خاص معنی یعنی جہاد مراد ہیں، جیسا کہ حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ سے واضح ہے۔ ورنہ عام معنی کے اعتبار سے تو تمام اصناف ہی ''فی سبیل اللہ'' ہیں۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حج ''سبیل اللہ'' ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بہ سند صحیح ثابت ہے کہ مال زکات حج کے لیے دیا جا سکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہر نیک کام ہی ''فی سبیل اللہ'' ہے۔ لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ تقسیم زکات کے لیے اللہ تعالیٰ نے نیکی کی تمام صورتوں کو مراد نہیں لیا، لہٰذا زکات کا مصرف صرف وہی ہے جو نص سے ثابت ہے۔

محدث مبارک پوری رحمہ اللہ نے ابن قدامہ رحمہ اللہ اور کئی دیگر ائمہ کے اقوال سے بھی ثابت کیا ہے کہ زیادہ صحیح موقف یہی ہے کہ حج کے لیے مال زکات صرف نہ کیا جائے۔

(مرعاۃ المفاتیح: ۶/۲۴۰، ۲۳۰۔ مکتبۃ الرحمان السلفیۃ، سرگودھا)

تیسرا قول:

اس سلسلے میں تیسرا قول یہ ہے کہ آیت مصارفِ زکات میں ''فی سبیل اللہ'' سے نیکی کے تمام اعمال مراد ہیں کیوں کہ ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ عام ہیں، کسی صحیح دلیل کے بغیر انھیں نیکی کے بعض کاموں کے لیے خاص نہیں کیا جا سکتا اور تخصیص کے لیے کوئی صحیح دلیل موجود

نہیں ہے۔اس قول کے قائل اہل علم میں سے چند اہم نام اوران کے استدلال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ارشاد باری تعالیٰ ''وفی سبیل اللہ'' کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے کہ انھیں صرف غازیوں کے لیے محدود قرار نہ دیا جائے ......اس لیے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ اُنھوں نے مال زکات کو مُردوں کی تکفین، قلعوں کی تعمیر، مساجد کی آبادی اور نیکی کے دیگر تمام کاموں میں صرف کرنا جائز قرار دیا ہے، کیوں کہ ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ عام ہیں اوران تمام کاموں پر مشتمل ہیں۔''
(تفسیر کبیر: ۱۶/۱۱۲)

امام خازن رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''بعض نے کہا ہے کہ یہ الفاظ عام ہیں، انھیں صرف غازیوں تک محدود رکھنا جائز نہیں، اس لیے فقہاء نے ''سبیل اللہ'' کے حصے کو نیکی کے تمام کاموں میں صرف کرنا جائز قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک مُردوں کی تکفین، پلوں، قلعوں اور مساجد کی تعمیر اور نیکی کے دیگر تمام کاموں میں مال زکات صرف کرنا جائز ہے، اس لیے کہ ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ عام ہیں، لہٰذا انھیں نیکی کے بعض کاموں کے لیے مختص قرار نہیں دیا جا سکتا۔''
(لباب التاويل فی معانی التنزيل: ۲/ ۹۲)

شیخ احمد مصطفیٰ المراغی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''حق بات یہ ہے کہ ''سبیل اللہ'' سے مسلمانوں کی وہ تمام مصالح عام مراد لی جائیں جن سے دین وحکومت کا استحکام وابستہ ہے۔صرف افراد کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھنا درست نہیں، لہٰذا مال زکات سے حج کے راستے پر امن بنائے جا سکتے ہیں، کھانے اور پانی کا بندوبست کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی دوسرا مصرف نہ ہو تو حجاج کے لیے صحت کی سہولتوں کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ یہاں افراد کو حج کے لیے بھیجنا مراد نہیں ہے کیوں کہ حج تو صرف صاحب استطاعت لوگوں پر واجب ہے۔'' (تفسیر المراغی: ۱/۱۴۵)

علامہ رشید رضا رحمہ اللہ نے اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے بہت وضاحت سے لکھا ہے:

''وفی سبیل اللہ کے الفاظ ان تمام عام مصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں جن سے دین وحکومت کا استحکام وابستہ ہے۔ان میں سرفہرست ہتھیاروں اور فوجوں کے لیے اسلحہ، سامان خورونوش اور اسباب حمل ونقل کی خریداری ہے، تاکہ جنگ کی استعداد فراہم کی جا سکے......ہمارے زمانے میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ایک اہم صورت ایسی تنظیموں کی طرف سے داعیان اسلام کی تیاری اور انھیں بلاد کفار کی طرف بھیجنا ہے جو ان کی ضروریات کے مطابق انھیں مالی امداد فراہم کر سکیں۔'' (تفسیر المنار: ۱۰/ ۵۸۷)

سید قطب رحمہ اللہ نے بھی اس حوالے سے توسع کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''یہ ایک وسیع باب ہے جو مسلمانوں کی جماعت کی ہر اُس مصلحت پر مشتمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو سربلندی نصیب ہو، جس میں سرفہرست جہاد کے لیے ساز وسامان کی تیاری، رضا کاروں کی تیاری وتربیت، سب لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت کے پیش کرنے اور اس کے احکام وشرائع کو بیان کرنے کے لیے وفود کی روانگی اور ایسے مدارس اور یونی ورسٹیوں کی تاسیس وتشکیل ہے جو نسلِ نَو کی صحیح اسلامی تربیت کریں اور ہم اپنے بچوں کو نہ تو ایسے سرکاری سکولوں میں بھیجیں جو انھیں اسلام کے سوا ہر چیز کی تعلیم دیں اور نہ انھیں مشنری سکولوں میں بھیجیں جو ان کے بچپن اور

لڑکپن کو کچل دیں اور وہ دشمن کے مسموم ارادوں کی تردید نہ کر سکیں۔'' (فی ظلال القرآن: ۱/۸۲)

شیخ محمود شلتوت رحمہ اللہ سے فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا مساجد بنانے کے لیے زکات صرف کرنا جائز ہے؟ اُنھوں نے اس کا جواب دیا:

''اگر بستی کی اکلوتی مسجد کے بنانے اور تعمیر کرنے کا ارادہ ہو، یا بستی میں مسجد تو اور بھی ہو لیکن یہ مسجد چھوٹی اور نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو اور وہ ایک اور مسجد بنانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوں تو ایسی مسجد کی تعمیر یا اس کی اصلاح کے لیے زکات خرچ کرنا شرعاً جائز ہے۔ اس صورت میں مسجد پر زکات خرچ کرنا زکات کا وہی مصرف ہوگا جو سورت توبہ کی آیت مصارف زکات میں ''سبیل اللہ'' کے نام سے مذکور ہے۔ ہمارا یہ موقف اس بات پر مبنی ہے کہ ''سبیل اللہ'' سے مراد وہ مصالح عامہ ہیں جن سے تمام مسلمان فائدہ اُٹھاتے ہوں اور وہ کسی ایک متعین فرد کے ساتھ مخصوص نہ ہوں، لہٰذا ''سبیل اللہ'' کے الفاظ مساجد، ہسپتالوں، تعلیمی اداروں اور لوہے کے ان کارخانوں پر مشتمل ہیں، جو مفاد عامہ کے لیے ہوں۔''

یہاں شیخ شلتوت رحمہ اللہ نے مسئلے میں اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے قفال کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''نیکی کے تمام کاموں میں زکات صرف کرنا جائز ہے۔'' اور پھر لکھا ہے:

''میرے نزدیک یہی قول پسندیدہ اور قابل اطمینان ہے اور میں اس کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں۔ لیکن مسجد کے بارے میں مذکورہ بالا شرط کے ساتھ، ورنہ مسجد کی بجائے دیگر مصارف پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔'' (الفتاویٰ، ص: ۲۱۹)

دلائل:

ان حضرات نے جیسا کہ قبل ازیں اشارہ کیا جا چکا ہے، درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

①...... ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ عام ہیں، لہٰذا نیکی کے تمام کاموں کی بجائے انھیں بعض کاموں تک محدود کر دینا جائز نہیں ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حدیث عطاء بن یسار ((لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة ......إلخ .)) میں غازی فی سبیل اللہ کو بھی شمار کیا گیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''سبیل اللہ'' سے متعین طور پر جہاد ہی مراد ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث سے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ''سبیل اللہ'' کی مد سے مجاہد کو بھی دیا جا سکتا ہے، خواہ وہ صاحبِ ثروت ہی کیوں نہ ہو۔ اور ''سبیل اللہ'' صرف جہاد ہی نہیں بلکہ اور بہت سے اُمور خیر بھی ''سبیل اللہ'' میں شامل ہیں۔

②......سنت سے ثابت ہے کہ حج وعمرہ کو بھی ''سبیل اللہ'' میں شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ ابولاس، ام معقل اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے ثابت ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی ثابت ہے کہ اُنھوں نے حج کو ''سبیل اللہ'' میں شمار کیا ہے۔ اس طرح سنت میں اور بھی بہت سے اُمور خیر، مثلاً: مسلمانوں میں الفت ومحبت کے جذبات پروان چڑھانے، ان کی دل جوئی اور ان کے حقوق کی حفاظت کو بھی ''سبیل اللہ'' میں شمار کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتول کی دیت بھی زکات کے اونٹوں سے ادا فرمائی تھی۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ مصارف زکات میں ''فی سبیل اللہ'' کے الفاظ اپنے عام مفہوم میں ہیں، ان سے کوئی خاص مفہوم مراد نہیں۔

جواب:

اس تیسرے قول کا جواب دیتے ہوئے مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کے بارے میں اہل علم کے تینوں اقوال میں سے یہ تیسرا قول سب سے زیادہ ناشائستۂ اعتماد ہے کیوں کہ اس کے حق میں کتاب وسنت (صحیح یا سقیم)، اجماع، صحابی کی رائے اور قیاس (صحیح یا فاسد) سے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ قول صحیح وثابت حدیث، یعنی حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ کے مخالف ہے، سلف میں سے کوئی بھی اس عموم کا قائل نہیں ہے۔ اس بارے میں

قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء کا جو قول نقل کیا ہے تو وہ مجہول ہیں اور قاضی عیاض نے جو بعض علماء کا حوالہ دیا ہے تو وہ بھی غیر معروف ہیں۔اسی طرح صاحب تفسیر المنار (علامہ رشید رضا) نے اسے عموم پر محمول کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کے یہ الفاظ ہر اُس نیک کام پر مشتمل ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو اس عموم کا سلف وخلف میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

اور یہ بات یہاں مراد بھی نہیں ہوسکتی، کیوں کہ ''فی سبیل اللہ'' عمل کے لیے جس اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک باطنی امر ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا، لہٰذا مالی حقوق کو اس کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ ہر نماز پڑھنے والا، روزہ رکھنے والا، صدقہ کرنے والا، تلاوت قرآن کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور ہٹانے والا اپنے اس عمل کی وجہ سے زکات کا مستحق ہے اسے زکات دینا واجب اور اس کے لیے زکات لینا جائز ہے، خواہ وہ دولت مند ہی کیوں نہ ہو، حالانکہ یہ بات بالاجماع ممنوع ہے اور پھر یہ بات مستحقین کے مخصوص اصناف میں محصور کر دیے جانے کے بھی منافی ہے۔

اس قول کے لیے صحیح بخاری کی اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر میں قتل ہونے والے ایک انصاری کی دیت میں زکات کے سو اونٹ عطا فرما دیے تھے۔تو یہ روایت صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری روایت کے مخالف ہے جس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی دیت اپنے پاس سے ادا فرمائی تھی۔ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ اونٹ ان لوگوں سے خرید لیے تھے جنھیں یہ بہ طور زکات دیے گئے تھے اور پھر آپ نے یہ مقتول کے وارثوں کو دے دیے۔امام نووی رحمہ اللہ نے اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے۔لہٰذا یہ حدیث بھی عموم کے قائل حضرات کی دلیل نہیں بن سکتی، اس لیے زکات کو مسجد اور دینی اداروں کی عمارتوں، پلوں کی تعمیر، راستوں کی درستی، مُردوں کی تکفین، ان کے قرضوں کی ادائیگی اور اس نوع کے دیگر نیک کاموں میں صرف نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ یہ اُمور منصوص مصارف میں سے نہیں ہیں۔

حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ بھی عموم کے منافی ہے اور وہ گویا نص ہے کہ آیت کریمہ میں ''سبیل اللہ'' سے مراد بہ طور خاص غازی اور مجاہد ہی ہیں، لہٰذا اس حدیث کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔

(مرعاۃ المفاتیح: ۶/۲۴۱)

شیخ یوسف قرضاوی کا موقف:

عصر حاضر کے نامور اہل علم وقلم ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے زکات کے موضوع پر ''فقہ الزکاۃ'' کے نام سے نہایت اہم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔مسئلہ زیر بحث کے بارے میں ان کی تحقیق ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

اُنھوں نے لکھا ہے کہ میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ اس آیت کریمہ میں ''سبیل اللہ'' کو عام معنی پر محمول کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ عموم تو اپنے دامن میں بہت سی جہالت کو لیے ہوئے ہے، جس کی وجہ سے اشخاص تو کجا مصارف کی اصناف کا حصر بھی ممکن نہیں ہوگا اور یہ اس بات کے منافی ہے کہ مصرف زکات کو آٹھ میں محصور ومحدود کر دیا گیا ہے، جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے اور جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

> ((ان الله تعالى لم يرض بحكم نبي ولا غيره في الصدقات حتى حكم فيها هو فجزأها ثمانية اجزاء.))(سنن ابي داود، رقم: ١٦٣٠)
>
> ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زکات کے بارے میں کسی نبی یا غیر نبی کے حکم کو پسند نہیں کیا بلکہ اس نے خود اس کا فیصلہ فرماتے ہوئے اسے آٹھ حصوں میں تقسیم فرما دیا ہے۔''

''سبیل اللہ'' اپنے معنی عام کے اعتبار سے فقراء ومساکین اور دیگر سات اصناف پر بھی مشتمل ہے کیوں کہ یہ تمام نیکی وتقویٰ کے کام ہیں تو پھر اس مصرف اور اس سے پہلے اور بعد کے مصارف میں فرق کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ کا کلام بلاغت نظام بے فائدہ تکرار سے پاک ہے، لہٰذا اس کے بغیر چارہ کار نہیں کہ ''سبیل اللہ'' سے خاص معنی مراد لیے جائیں، جو اسے دیگر مصارف سے ممتاز کر دیں، اس لیے زمانہ قدیم ہی سے مفسرین وفقہاء نے یہاں ''سبیل اللہ'' سے اس کے خاص معنی ''جہاد'' مراد لیے ہیں۔ ابن الاثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کثرت استعمال کی وجہ سے ''سبیل اللہ'' کے الفاظ ''جہاد'' ہی کے معنی میں مخصوص ہیں۔ ابن الاثیر رحمہ اللہ کی اس بات کی تائید طبرانی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اُنھوں نے ایک مضبوط وقوی نوجوان کو دیکھا تو کہا: ''اے کاش! یہ اپنی جوانی اور توانائی کو ''فی سبیل اللہ'' لٹادے۔'' ان کا مقصود یہ تھا کہ یہ نوجوان اپنی جوانی اور قوت وتوانائی کو جہاد اور اسلام کی نصرت وحمایت کے لیے وقف کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سے احادیثِ مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعدد اقوال بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ''سبیل اللہ'' کے معنی ''جہاد'' ہی ہیں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"حملت علی فرس فی سبیل اللہ ."

''میں نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑے کی سواری دی۔''

یعنی میں نے جہاد کے لیے ایک گھوڑا دیا۔ صحیحین میں حدیث ہے:

((لغدوة فی سبیل اللہ أو روحة خير من الدنيا وما فيها .)) (صحيح بخاری، رقم: ۲۷۹۲)

''اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں:

((من احتبس فرسا في سبيل الله ايمانا بالله وتصديقا بوعده ، فإن شبعه وريه وروثه وبوله فی ميزانه يوم القيامة .))

(صحيح بخاری، رقم: ۲۸۵۳)

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں دے دیا تو اس کا کھانا، پینا، لید اور پیشاب روزِ قیامت اس کے میزان میں رکھا جائے گا۔''

یعنی یہ سب کچھ نیکیاں بن جائیں گی اور میزان میں رکھ کر انھیں تولا جائے گا۔

اسی طرح صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ہے:

((ما من عبد يصوم يوما فی سبيل الله إلا باعد الله بذلك اليوم وجهه عن النار سبعين خريفا .)) (صحيح مسلم، رقم: ۲۷۱۱)

''جو بندہ اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھے تو اس دن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے آتش دوزخ کو ستر سال دور کر دے گا۔''

سنن نسائی وترمذی میں حدیث ہے:

((من أنفق نفقة فی سبيل الله كتبت له بسبع مائة ضعف .)) (سنن نسائی، رقم: ۳۱۸۸، سنن ترمذی، رقم: ۶۲۵)

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرے تو اس کا سات سو گنا اجر وثواب لکھا جاتا ہے۔''

صحیح بخاری میں ہے:

((ما اغبرت قدما عبد فی سبيل الله فتمسه النار .)) (صحيح بخاری، رقم: ۲۶۵۶)

''جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں تو انھیں جہنم کی آگ نہیں چھوسکتی۔''

(باقی صفحہ ۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

خدمات علمائے اہل حدیث

قسط نمبر ①

حضرت بٹالوی رحمہ اللہ سے مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے ۱۸۹۱ء سے ۱۸۹۵ء تک مسلسل تردید قادیانیت میں مصروف رہنے کے باعث یہ سمجھا کہ اُنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی کا موثر اور مسکت جواب دے دیا ہے اور چونکہ مرزا قادیانی کوئی نئے دلائل پیش کرنے کی بجائے صرف وہی باتیں دہرائے جا رہے تھے جن کا جواب دیا جا چکا تھا، اس لیے اب مرزا قادیانی کو خطاب کرنے کی بجائے اپنے اوقات کو دوسرے اہم کاموں (مثلاً: تردید نیچریت، تردید عیسائیت، تردید آریہ) میں صرف کرنا چاہیے۔ اس لیے حضرت مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا:

> ''چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلے کی مہم درپیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔''

مرزا قادیانی تاہم چھیڑ چھاڑ سے باز نہ آئے اور اگلے ہوئے نوالے بار بار چباتے رہے۔ اس لیے مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان کیا اور فرمایا:

> ''اگر مرزا آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ (اس کے پیرو) اس کو سمجھا دیں اور کہیں کہ اب ''اشاعۃ السنۃ'' کو اُن یونی ٹیرین (Unitarians) عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں، خبر لینے دیں۔ اپنے مقابلے میں اس کے (یعنی محمد حسین کے) اوقات کو مصروف نہ کریں۔''

لیکن ایسا کرنا مرزا قادیانی کے نزدیک اپنی دکان بڑھانے کے مترادف تھا، اس لیے اُنھوں نے مولانا بٹالوی رحمہ اللہ سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے مریدوں سے شیخ الاسلام بٹالوی رحمہ اللہ کو مخاطب کر کے ۱۸۹۸ء میں اشتہار شائع کروائے جن کے جواب میں مولانا بٹالوی مرحوم کے دوستوں نے مرزا کو آڑے ہاتھوں لیا۔

مرزا صاحب نے عاجز آکر مولانا بٹالوی کے خلاف آخری فیصلے کا اشتہار شائع کر دیا کہ تیرہ ماہ میں مولانا بٹالوی اور ان کے دوست ذلت سے دوچار ہوں گے، ان کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے، یہ ہوگا اور وہ ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ اشتہار بہ طور مباہلہ کے شائع کیا جاتا رہا۔ ادھر مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے خطرۂ جان کے پیش نظر ہتھیار رکھنے کے لائسنس کے لیے درخواست دے دی۔ اس درخواست کی وجہ سے مرزا قادیانی کو عدالت نے طلب کر لیا جہاں ایک اقرار نامے پر دستخط کر کے انھیں رہائی نصیب ہوئی۔ ادھر تیرہ ماہ کی مدت کے اندر مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی کو بہ زعم خود ذلیل وخوار کرنے کی خاطر جو کارروائیاں کیں، ان کا بیان سطور ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ''ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

> ''اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اب اس (مرزا) کے تعاقب کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس کا کام تمام ہو گیا ہے۔ اب اس سے بحثِ مسائل تحصیلِ حاصل وتطویلِ لاطائل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بہ قدر ضرورت کی جاتی ہے کہ جب مرزا

نے اپنی تحریرات ورسائل میں عقائد باطلہ مخالفہ اسلام شائع کیے تو اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچ گیا اور دنیا بھر کے عالمانِ دین کی طرف سے (جن کو وہ عقائد پہنچے) اس پر لعن طعن کا مینہ برسنا شروع ہوگیا۔

پھر از اں جملہ بعض علماء کرام اوراعیان اسلام کا یہ خیال رہا کہ اس کے عقائد باطلہ و مقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بناوے اور مخاطب صحیح نہ سمجھے۔ اور اپنے خطاب سے اس کو عزت ووقعت نہ دے، وہ عقائد یوں ہی مضمحل و بے اعتبار ہو جائیں گے۔ اور اس سے بحث وخطاب کرنے سے وہ عقائد مشتہر ہوں گے اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جگہ پکڑ لیں گے۔ لیکن اکثر علماء کا خیال رہا کہ اس کے وہ عقائد قبیحہ ومقالات شنیعہ بہ ذریعہ اس کی تحریرات واشتہارات جا بجا پھیل چکے ہیں اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقائد کو دیکھ کر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اور آئندہ پھنسیں گے۔ اس کے خطاب سے سکوت و اِعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اس کے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں اور عوام مسلمانوں کا ان میں پھنس جانا وقوع میں آ چکا ہے تو اس کو نالائقِ خطاب سمجھ کر اس کی بحث وخطاب سے سکوت کرنا اس بیت کا مصداق ومورد بننا ہے ؎

اگر بیند کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشیند گناہ است

ان دوراندیش لوگوں میں سے ایک خاکسار (محمد حسین) بھی تھا جس نے ردو اِبطالِ عقائدِ مرزا کا بہت حصہ لیا اور پورے پانچ سال تک اس کا ایسا تعاقب کیا کہ اس کو گھر تک پہنچا دیا بلکہ زندہ درگور کر دیا۔ اور اس کے اصول وفروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا جس کا ابطال دلائل شرعیہ وبراہین عقلیہ سے نہ کیا اور اس کا فساد وکساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔ یہاں تک کہ اس بحث وردّ تفصیلی سے وہ خوف واندیشہ عوام بدام مکائد و مغالطات اس دشمن اسلام کا اُٹھ گیا اور یہ یقین حاصل ہوگیا کہ ناظرین وسامعین عقائد باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث ورسائل کو دیکھے یا سنے گا، وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسے گا۔ اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سن کر یک طرفہ فیصلہ کر لے گا اور اس کا ردّ وجواب نہ دیکھنا چاہے گا اس کے حق میں ابدالدہر ردّ مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ واثر نہ دکھائے گا۔ یہ سوچ کر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا جو ماہ نامہ اشاعۃ السنۃ (جلد: شانزدہم، صفحہ: ۳۰۴) میں بہ الفاظ ذیل درج ہے:

’’قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں۔ اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد یں تو) تہذیب اخلاق جدید [یعنی نیچریت۔ بہاء] کے مقابلے میں مہم درپیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں، آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں، مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں۔ آپ اس امر کو نہ مانیں گے تو پھر جنگ قائم رہے گی ؎

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ
وگر جنگ جوئی ندارم درنگ‘‘

اس اعلان پر بھی آپ (یعنی مرزا) نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان ماہ نامہ اشاعۃ السنۃ (جلد دہم کے صفحہ:

۲۳۳) میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے:
''۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا، پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا، لہٰذا ہم کو بھی بہ مجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری وانداری تیراندازی بند کر دی جس کی تشریح نمبر ۸، ۹ جلد ہذا (اشاعۃ السنۃ، جلد: دہم) میں ہو چکی ہے، لہٰذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں۔ وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکے میں آ کر اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں، اس کو سمجھا دیں اور کہیں کہ اب ''اشاعۃ السنۃ'' کو اُن یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں، خبر لینے دیں، اپنے مقابلے میں اس کے اوقات کو مصروف نہ کریں۔''
اس اعلان کو دیکھ کر بھی اس (مرزا) کا منہ بند نہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے اس کا شر اور بہ حق اہل اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اُٹھانے اور مٹانے کے لیے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسد کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کر دیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیش گوئیاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے اور اس ذریعے سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے۔
اسی سلسلے میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو جس میں خاکسار (محمد حسین) اور دیگر دو اشخاص کے حق میں موت وعذاب کی دھمکی تھی، مشتہر کر دی۔ اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداس پور میں پہنچایا اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے ان کی خلاصی و رہائی تب ہوئی جب کہ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرا لیا اور اقرار نامہ لکھوا لیا کہ وہ آئندہ ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو، خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا اور نہ کسی کے حق میں بدُعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلے کی طرف بلائے گا۔ اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اس وقت کمشنر لاہور ڈویژن تھے اور بعد ازاں سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہوئے) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پا کر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں:
''نقل فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی۔ آئی سی ایس، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور۔ بہ مقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان: سرکار قیصر ہند، مستغیث۔ بہ نام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور، ملزم۔ الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری۔
ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات تیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کر لیا ہے۔ ان قرار نامجات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی مسدود کی جائے لہٰذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ دستخط: جے ایم ڈوئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ضلع گورداس پور) ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔''
''نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بہ مقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے ایم ڈوئی، ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور۔

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔ فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء۔ نمبر بستہ قادیان۔ سرکار دولت مدارار بہ نام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور، ملزم۔ الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

میں مرزا غلام احمد بہ حضور خداوند تعالیٰ بہ اقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱: میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنیٰ ہوں یا ایسے معنیٰ خیال کیے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو، خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ موردِ عتاب الٰہی ہوگا۔

۲: میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو، خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ موردِ عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳: میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو، خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اُٹھائے گا یا موردِ عتاب الٰہی ہوگا۔ (یہ تفسیر مشتہر کی طرف سے نہیں بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں جو مجسٹریٹ نے بہ وقت اقرار نامہ پڑھنے کے بہ طور تفسیر خود کہے تھے۔)

۴: میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب، بطالوی نہیں لکھوں گا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہئیں، جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے)۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا احتمال ہو۔

۵: میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلے کے لیے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مباہلے کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لیے بلاؤں گا۔

۶: جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد: مرزا غلام احمد۔ بہ قلم خود۔ گواہ شد: خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی، وکیل۔ دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۔۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔‘‘

اسی مضمون کے اقرار نامے پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں بجائے اس اقرار لینے کہ بٹالوی کو بطالوی ط سے نہ لکھا جائے گا یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے گا۔ میں اس اقرار نامے پر عمل کروں گا۔ اور اس پر دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اس پر کاربند رہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشا اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنۃ (نمبر ۵، جلد: ۱۸ وغیرہ) میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں، عین مطابق ہوا ہے لہٰذا

میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ چھ سال تک ہوتا رہا ہے اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں۔ وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔المشتہر: ابوسعید محمد حسین، ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ،من مقام بٹالہ،ضلع گورداس پور۔''

یہ فیصلہ ہمارے منشا کے عین مطابق ہوا ہے جس پر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد ہے اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہوسکتی۔مگر مرزا سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس فیصلے کو اپنے اشتہار ۱۷دسمبر ۱۸۹۹ء میں ہمارے مخالف اور اپنی منشا کے مطابق سمجھتا ہے۔ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اس کا جواب نہیں دیتے۔ ہاں،اس کے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اس قدر نصیحت کرنے سے نہیں رکتے کہ وہ اس کے اس دعویٰ کو یوں ہی نہ مان لیں۔اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا ومنشا یہی تھا کہ آپ کی نبوت ختم ہو جائے۔اور اِنذاری پیش گوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کیے جائیں؟ اس سوال کے مقابلے میں اگر وہ اس فیصلے کو ہماری منشا کے مخالف ہونے کی تائید وثبوت میں یہ سوال کرے جیسا کہ اس نے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۹۰۰ء میں کیا ہے کہ کیا آپ کا منشا یہی تھا کہ آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتویٰ نہ دیں اور اپنے فتویٰ تکفیر جو اشاعۃ السنۃ (جلد:۱۳) میں درج ہے، منسوخ کریں۔تو اس کا جواب وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلے کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتویٰ نہ دے اور اپنے خیال واعتقاد کو بدل دے لہٰذا یہ فیصلہ تمھارے مخالف (ابوسعید محمد حسین) کے مخالف نہیں۔اس کی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں پائیں گے۔

فیصلہ واقرار نامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں اور میں نے اس فیصلے کو اپنی منشا کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بہ حیثیت ملزم عدالت میں حاضری وپیشی تھی۔اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرار نامہ لکھانا چاہا تھا۔ میں اس روز مقدمے کی کیفیت دیکھنے کو بہ طور خود گورداس پور جا پہنچا تھا۔میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمے سے نہ تھا۔ گو پہلے ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بہ مقام گورداس پور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بہ تاریخ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء بہ مقام پٹھان کوٹ مجھے بہ حیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔قانون دان اصحاب واحباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ گورداس پور نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرار نامے پر دستخط نہ کرایا جاتا۔مگر جب میں وہاں پہنچا اور مرزا قادیانی کو علم ہوا تو جس وقت مرزا قادیانی سے مجسٹریٹ نے اقرار نامہ لکھوانا چاہا، اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے، اس سے بھی یہ اقرار نامہ لیا جائے۔اس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا اور اس مقدمے کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی کمرہ عدالت میں بلایا اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرار نامے پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلا تامل اور فوراً دستخط کرنا منظور کیا۔جس کی وجہ ایک یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث وخطاب قطع کرنا چاہتا تھا جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔ دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تامل وتوقف کروں گا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آجائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا۔

اور ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا جس میں اس کی اِنذاری پیش گوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے اور اس کے منذر الہامات اور بددُعاؤں پر جو اس کے انجن دکان داری کے چلتے پرزے ہیں، مہر لگائی جاتی ہے۔ اور یہ تجویز سزا جانی و مالی سے بدر جہا بڑھ کر موثر ہے کیوں کہ اگر اس کو جانی سزا ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائے گا اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا اور اگر مالی سزا تجویز ہوگی تو وہ ایک کے بدلے دس وصول کرے گا اور اس سے اس کی دکان کو اور بھی فروغ ہوگا۔ اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا تو وہ صرف ایک سال کے لیے یا بہ منظوری سیشن جج تین سال کے لیے ہوگا، نہ اس اقرار نامے کی طرح تمام عمر کے لیے، یہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلا توقف اقرار نامے پر دستخط کر دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے اور دفعات اقرار نامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس و ناکس کو سمجھ آسکتی ہے کہ اس اقرار نامے کی دفعات الغایت ۴ اور دفعہ ۵ تو خاصتاً مرزا ہی کے متعلق اور اس پر موثر ہیں۔ خاکسار (محمد حسین) سے ان کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ نہ میں الہامی پیش گوئیاں کرتا ہوں اور نہ میں کسی کے حق میں بددُعائیں کیا کرتا ہوں اور نہ میں کسی امر کے تصفیے کے لیے مباہلے کی درخواست کرتا ہوں، نہ مجھے ملہم ہونے کا دعویٰ ہے، نہ الہام بازی اپنا شیوہ ہے، نہ بہ طور کرامت مستجاب الدعوات ہونے کا اِدّعا۔ یہ سب دعاوی تو اس وقت پر افٹ قادیان (مرزا غلام احمد) اور اس کی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

دفعہ۴ خاکسار اور مرزا دونوں کے متعلق ہے اور وہ میرے عمل کے بھی ویسے ہی لائق ہے جیسی مرزا کے لیے واجب العمل ہے۔ سو اس عمل کے لیے میں پہلے ہی مستعدی ظاہر کر چکا تھا جب میں نے دو دفعہ موقوفی جنگ کا اعلان دیا تو اس میں مباحثہ کے اندر ایسے الفاظ کو استعمال نہ کرنا خود تسلیم کیا اور یہی اس دفعہ کا منشا ہے کہ مباحثہ کے وقت ایک فریق دوسرے کو کافر دجال وغیرہ نہ کہے جس سے اشتعال طبع پیدا ہو کر نقص امن عامہ خلائق لازم آوے۔ اس دفعہ کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر نہ سمجھے اور اس باب میں اپنے اعتقاد و کانشنس کو بدل دے۔ اور اگر کوئی شخص کسی فریق سے دوسرے فریق کے حق میں اور اس کے اعتقادات کی نسبت فتویٰ پوچھے تو وہ اس کے حق میں اور ان کے اعتقادات کی نسبت وہ فتویٰ نہ دے جس کو اپنے اعتقاد میں صحیح و واجبی مانتا ہے بلکہ برخلاف اپنے اعتقاد کے وہ اس کو مسلمان اور اپنا موافق مذہب خیال کر لے۔ اس امر کا نہ مجسٹریٹ نے کسی فریق سے اقرار لیا اور نہ کوئی حاکم وقت اُصول نیوٹریلٹی (neutrality) کی رو سے کسی سے اقرار لینے کا مجاز ہے۔ اور نہ کسی فریق نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی مسلمان سمجھیں گے۔ اور ایک دوسرے کے حق میں اس کے عقائد باطلہ کی نظر سے فتویٰ کفر نہ دیں گے۔ دنیا کے جملہ مذاہب مختلفہ کے کل اشخاص اپنے مخالف گروہ کو گمراہ سمجھتے ہیں اور جب ان سے ان کے مخالف کی نسبت فتویٰ پوچھا جاتا ہے تو وہ اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتے ہیں جس کو وہ اپنے خیال میں صحیح و واجبی سمجھتے ہیں۔ اس امر کو تمام دنیا سے کوئی شخص نہیں اُٹھا سکتا، تمام روئے زمین کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

مرزا نے اپنے اشتہار ۱ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامے پر دستخط کر کے اپنے فتویٰ کو جو اشاعۃ السنۃ (جلد ۱۳) میں شائع کیا تھا، منسوخ کر دیا۔ اور اسی بنا پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی

کے منشا کے برخلاف ہوا جس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔
ہم کو مرزا قادیانی سے بحث و خطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار روا جب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افترا کیا اور پبلک کو دھوکا دیا۔ خاکسار بہ شمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقائد باطلہ مخالفہ اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے جیسا کہ اس اقرار نامے پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا۔ اور اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتا ہے جس کو جلد ۱۳ (اشاعۃ السنۃ) میں مشتہر کر چکا ہے۔ فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانون گو تحصیل مذکور کے سامنے امرتسر و لاہور کی گاڑی میں مرزا صاحب کی نسبت فتویٰ پوچھا تو خاکسار نے وہی فتوی دیا۔
مرزا کے خاص حواری یعقوب ایڈیٹر اخبار الحکم (قادیان) نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتویٰ پوچھا تو میں نے وہی فتوی دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتویٰ تحریر کر دو۔ میں نے جواب میں کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔ انجمن اسلامیہ رڑکی کے سیکرٹری منشی مہر بخش صاحب نے مرزا کی نسبت میرا خیال پوچھا تو میں نے اس کے جواب میں اپنے اسی خیال قدیم کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا۔ یہ مراسلت درج ذیل ہے:
"باسم اللہ الرحمان الرحیم . نحمده ونصلي على رسوله الكريم .
حضرت اقدس مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ کی خدمت میں بعد ماوجب عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار نسبت جناب مع دیگر احبان والاشان شائع کیا تھا جس کی میعاد ۱۳ ماہ تھی جو پندرہ جنوری سن رواں (۱۹۰۰ء) کو منقضی ہوگئی۔ اور یہ اشتہار بہت زور کا تھا۔ ماحصل اشتہار کا میرے مفہوم میں اول یہ ہے کہ آئندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو حق جانیں گے۔ یا جو کچھ ہو۔ اشتہار کو جو خاص حضرت کے حق میں حضرت مرزا صاحب نے دیا تھا اس کو کیا خیال فرماتے ہیں؟ اور آئندہ کے واسطے حضرت کا نسبت حضرت مرزا صاحب کے کیا خیال ہے؟ یعنی ۱۶ جنوری ۱۹۰۰ء سے میرے نزدیک دونوں حضرات واجب الخذمت ہیں اور ہم لوگ ہر دو حضرات کے مطیع حکم ہیں باہم جو کچھ فرمائیں اس میں ہم لوگوں کو کوئی منصب لب کشائی کا نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ ہم لوگوں کی سعادت اس میں ہے کہ علماء کے فرمانبردار رہیں۔ ملہم ربانی مُلّا الہ بخش کا اشتہار مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء اور حضرت مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ملاحظہ ہوا۔ اب حضرت صاحب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب کی نسبت حضرت والا کا عقیدہ سابقہ اب بھی ہے، یا ان کے دعاوی کو حضرت والا حق بہ جانب خیال فرماتے ہیں؟ اور اشتہار کو جو آپ کی نسبت مع دیگر صاحبان شائع ہوا تھا، اس کو کیا خیال فرماتے ہیں؟ حضرت سے درخواست ہے کہ اشتہار اور مرزا کی نسبت اس وقت جو حضرت کا خیال ہو اس سے مفصل مطلع فرمایا جاوے۔ بہ غرض حصول جواب رقیمہ نیاز ہذا دو پیسہ کا ٹکٹ خط کی پیشانی پر چسپاں ہے مہربانی فرما کر جواب مفصل بہ عجلت تمام مرحمت فرمائیں۔
حضرت والا کا نیاز مند خاکسار آثم محمد مہر بخش عفی عنہ، روڑکی۔ مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۰ء وقت ۷ بجے شام۔"
(مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے جواباً لکھا:) میں غلام احمد

ساکن قادیان کو ویسا ہی بداعتقاد اور مخالف اسلام جانتا ہوں جیسا کہ پہلے جانتا تھا اور جو فتویٰ علمائے پنجاب و ہندوستان نے اس کی نسبت جاری کیا ہوا ہے اور وہ اشاعۃ السنۃ (جلد: ۱۳) میں چھپا ہوا ہے وہی فتویٰ میں اس کے حق میں دیتا ہوں۔ جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے اور اس کے دعویٰ کو جو برخلاف اسلام اس نے کیا ہے، میں نہیں مانتا۔ اس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو خدا نے جھوٹا کیا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء اس کی تاریخ گزر گئی اور میں خیر و عافیت سے ہوں۔ ایسے ہی دوسرے دو شخص جن کے حق میں وہ پیش گوئی اس نے کی تھی وہ پیش گوئی اسی کے حق میں الٹی پڑی کہ خدا تعالیٰ نے اس کی پیش گوئی مذکور کے سبب ایک مقدمے میں ملزم بنایا اور اس سے وہ تب رہا ہوا جب کہ اس نے اقرار حلفی عدالت میں کیا کہ میں ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں نہ کروں گا۔ گویا آئندہ کے لیے اس کی نبوت بند کر دی گئی۔ آپ اس کی کسی تحریر کے فریب و دھوکے میں نہ آ جائیں۔ فتویٰ مذکور اور دیگر رسائل ''اشاعۃ السنۃ'' ہمارے پاس میں جو پانچ سال کے پانچ جلدوں میں ہیں اور ہر ایک جلد ۳۸۴ صفحہ میں ختم ہوئی ہے، منگا کر ملاحظہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ایسا شخص حضرت کہلانے کے لائق ہے، جیسا کہ آپ اس خط میں اس کو حضرت لکھتے ہیں۔ سابقاً آپ کے خط ۲۴ ستمبر ۱۸۹۸ء کے جواب میں جو خط مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۳۷۴ آپ کے نام روانہ کیا تھا اس پر آپ نے کیا تعمیل کی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میرزائی بداعتقاد ہو جائیں۔ آپ ایک اسلامی انجمن کے سیکرٹری ہیں۔ آپ کو ایسی بلا سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ میری اس نصیحت کو قبول کر کے اطلاع نہ دی تو پبلک اہل اسلام کی اطلاع کے لیے اس خط کو رسالے میں چھاپ دیا جائے گا۔

من مقام بٹالہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء۔ راقم: ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ، جلد: ۱۹)

(مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) الغرض اپنے فتویٰ یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ منسوخ کیا اور نہ اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشا ہے۔ صرف مباحثے میں ان الفاظ کو بالمقابلہ استعمال نہ کرنے دونوں فریق نے وعدہ واقرار کیا ہے۔ اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشا ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا قادیانی مطبوعہ ۱۷ دسمبر سے دھوکا نہ کھائیں۔

اب رہی دفعہ ۶ اقرار نامہ، سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں، نہ میرا کوئی مرید ہے جس نے میرے کہنے سے منشا دفعات الغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا کہا ہو۔ اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے سے رک جاتے یا آئندہ رک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو روکتا تو وہ ضرور رک جاتے، اس لیے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا۔ اور میں نے بہ پاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کر لیا اور اس پر عمل بھی کیا کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلے کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشا دفعہ مذکور، اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا۔ اور خطوں کے ذریعے اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کر دیں۔ مگر آخر میرا وہی خیال سچا نکلا اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اس کا تعاقب نہیں چھوڑا اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند اس مباحثے اور چھیڑ چھاڑ میں اُنھوں نے ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا جن کے استعمال سے دفعہ الغایت ۳ اقرار نامے میں روکا گیا ہے۔ مگر میرا منشا اور مشورہ تو یہ تھا کہ وہ بالکل اس سے بحث

وخطاب نہ کریں۔اوراب اس کو کان لم یکن سمجھ کراس کا نام نہ لیں۔میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اس مشورے پر عمل کرتے اور پھراس کا نام نہ لیتے اور وہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلے اور جواب میں ''اشاعۃ السنۃ'' نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے اور مثل تو یوں مشہور ہے''چوحلوا کہ یک بارخورند وبس'' اور یوں تو حلوہ پورے پانچ سال تک کھایا کھلایا گیا ہے۔اور اس حلوے کا اثر بھی بہ خوبی ظاہر ہو چکا ہے۔مرزا کی نبوت ختم ہوگئی۔اس کے منذر الہامات وپیش گوئیاں، جو اس کی نبوت کے چلتے پرزے تھے، بند ہوگئے مباہلے اور بددُعائیں حکماً موقوف ہوگئیں۔اب اس کو مخاطب کرنا مثل''مرے پر سودرّے'' کو عمل میں لانا ہے۔اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں جیسا کہ میں نے جانے دیا ہے اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے اور کس معنیٰ میں چھوڑا۔اس کو چھوڑنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس سے بحث نہ کی جائے اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جائے۔اس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اس میں داخل نہیں اور اس کے ترک کرنے کا نہ وعدہ ہے اور نہ احباب کو اس کا مشورہ دینا مقصود ہے۔اس آگاہی وخیر خواہیِ خلائق پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا۔جیسا کہ اس مضمون میں اس کے اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے مغالطات پر بلا تخاطبِ مرزا آگاہیِ خلائق عمل میں آئی ہے۔ایسے ہی مضمون آئندہ میں اس کی درخواست ۲۷ جون کے مغالطات پر پبلک کو اطلاع دی گئی ہے۔''(ماہ نامہ اشاعۃ السنۃ، جلد:۱۹)

عدالت میں اقرار نامے کے بعد لوگوں نے مرزا قادیانی سے بہ زبان حال پوچھا کہ جناب! آپ تو نبی ہیں، مسیح موعود ہیں، مختار حیات وممات ہیں عالم کان وما یکون ہیں۔یہ آپ نے کیا کیا کہ مجسٹریٹ کی ایک دھمکی پر اپنے اوسان کھو بیٹھے اور اپنے الہامات اور وحی کی نشر واشاعت اور تبلیغ سے باز رہنے کا اقرار کر لیا؟ مرزا قادیانی آخر بہ قول خود''سلطان القلم'' تھے۔بات بنانا جانتے تھے، اُنھوں نے فوراً اشتہار دے دیا:

''یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میری طرف سے بھی اس عہد کے ساتھ دستخط ہیں کہ میں پھر محمد حسین کی موت یا ذلت کے لیے کوئی پیش گوئی نہیں کروں گا۔مگر یہ ایسے دستخط نہیں ہیں جن سے ہمارے کاروبار میں کچھ بھی حرج ہو۔بلکہ مدت ہوئی کہ میں کتاب انجام آتھم کے صفحہ اخیر میں بہ تصریح اشتہار دے چکا ہوں کہ ہم آئندہ ان لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے جب تک کہ خود ان کی طرف سے تحریک نہ ہو۔بلکہ اس بارے میں ایک الہام بھی شائع کر چکا ہوں جو میری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے اور میں ہمیشہ اس الہام کے بعد محمد حسین سے اعراض کرتا تھا اور اس کو قابل خطاب نہیں سمجھتا تھا۔مگر اس کی چند گندی کارروائیوں اور ایسی بدکارروائی کے بعد جو اس نے جعفر زٹلی کے ساتھ مل کر کی تھی، مجھے ضروری طور پر اس کے بارے میں کچھ لکھنا پڑا تھا۔''

(تریاق القلوب بہ حوالہ روحانی خزائن:۳۱۴/۵ حاشیہ)

تاہم دیکھنے کی بات ہے کہ آئینہ کمالات اسلام (مصنفہ مرزا قادیانی) کے بعد مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے خلاف کیا کچھ نہیں لکھا؟ نیز ان کے مکتوب عربی (۱۸۹۶ء) میں صفحوں کے صفحے مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے خلاف ہیں اور اس سے پہلے بھی مرزا قادیانی، مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے خلاف لکھتے رہے۔یعنی اپنے ہی الہام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔جب وہ اپنے الہام کو خود اپنے اوپر حجت نہیں سمجھتے تھے، دوسروں پر اس کے حجت ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتے تھے۔یہ دراصل''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کا مصداق ہے۔

(باقی آئندہ)

تذکرہ علمائے اہل حدیث

آہ حافظ محمد سعید رحمہ اللہ! (گوجرانوالہ)

قاری محمد طیب بھٹوی، گوجرانوالہ

قدرے اونچا قد، سرخ وسپید چہرہ، ہلکی پھلکی داڑھی، کم گو سنجیدہ وضع دار۔ دوستوں کے دوست، مہمان نواز، حافظ قرآن، منجھے ہوئے خطیب، سابق منیجر ہفت روزہ الاعتصام لاہور مولانا سلیمان انصاری کے برادر زادے، یہ تھے حافظ محمد سعید (سابق خطیب جامع مسجد قدس اہل حدیث کھوکھر کی گوجرانوالہ)۔

ولادت:

حافظ صاحب مرحوم اندازاً ۱۹۴۹ء کو گکھیاڑی ضلع شیخوپورہ میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے بھانجے عبیداللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ جو چند ماہ بعد اپنے اکلوتے بیٹے محمد سعید کو یتیم چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم:

حافظ سعید صاحب نے پرائمری تک تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر والدہ نے چچا کے مشورے سے جماعت کے معروف قاری استاد الحفاظ قاری عبدالرحیم میر محمدی کے پاس بونگہ بلوچاں میں حفظِ قرآن کے لیے بھیج دیا۔ (یاد رہے کہ اس وقت تک مبلغ اسلام حافظ محمد یحییٰ میر محمدی کا تبلیغی مرکز ابھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔) قاری صاحب مرحوم اس وقت گاؤں کی مرکزی مسجد میں حفظ کراتے تھے۔ ۶۴،۱۹۶۳ء دو سال راقم الحروف اور حافظ صاحب موصوف اکٹھے حفظ کرتے رہے۔ حافظ سعید صاحب کی طبیعت میں بچپن ہی سے سنجیدگی غالب تھی تاہم یبوست نام کی کوئی چیز طبیعت میں نہ تھی۔ دوستوں میں بیٹھتے تو خوب گپ شپ لگاتے۔ بونگہ بلوچاں کے معروف بزرگ صوفی عبدالرحمان بلوچ رحمہ اللہ جن کا حلقہ مریدین بہت وسیع تھا، کے پاس اکثر فارغ وقت میں جا کر بیٹھتے اور کبھی وہ خود تعویذ وغیرہ لکھنے کے لیے بلا لیتے کہ حافظ صاحب کا خط بہت اچھا تھا۔ پھر اسی نسبت سے حافظ محمد سعید کی ان کے بیٹے حافظ محمد اسحاق، جو ہمارے ساتھ ہی حفظ کرتے تھے، سے بڑی گہری دوستی تھی۔

۱۹۶۵ء کو بندہ حفظ مکمل کر کے درس نظامی پڑھنے لگا اور حافظ صاحب بھی فارغ ہو کر چلے گئے اور ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۷ء کو معلوم ہوا کہ حافظ سعید صاحب کھوکھر کی گوجرانوالہ میں بہ طور خطیب آ گئے ہیں، یوں ملاقاتوں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ تاہم تعلیمی سلسلے میں پھر بھی کوئی تفصیلی بات چیت نہ ہو سکی۔

درس نظامی:

①...... آپ کی وفات کے بعد حافظ صاحب کے بیٹوں سے ان کی تعلیمی اسناد دیکھنے کے لیے طلب کیں تو اُنھوں نے تمام سندیں اس فقیر کو دکھائیں۔ جن سے ماحاصل یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ پوری صحاح ستہ، موطأ امام مالک، تفسیر بیضاوی اور ہدایہ وغیرہ کتب پڑھ کر جامعہ قدوسیہ اہل حدیث کوٹ رادھا کشن (کچی کوٹھی) ضلع قصور سے شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس گوڑ گانوی سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

②...... جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (اوڈانوالہ) سے یہ کتابیں پڑھیں: الفوز الکبیر، جلالین، قدوری، شرح وقایہ، اصول شاشی، نور الانوار، فصول اکبری، ہدایۃ النحو، الفیہ ابن مالک، شرح جامی، مطول، تیسیر المنطق، ایساغوجی، مرقاۃ، السراجی، متنبیّ، حماسہ، مقامات، محیط الدائرۃ، الادب العرباء اور محاضرات وغیرہ۔ اور صحیح بخاری شیخ الحدیث پیر محمد یعقوب قریشی رحمہ اللہ سے پڑھ کر حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے دستخطوں سے جامعہ کی سند حاصل کی۔

③ ...... جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے محدث العصر شیخ الحدیث مولانا ابو یحییٰ سلطان محمود جلال پوری سے بخاری شریف پڑھ کر جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے شہادۃ العالیہ حاصل کی اور ۱۹۸۴ء کو وفاق المدارس السّلفیہ سے عالمیہ (مساوی ایم اے) کی سند ممتاز درجے میں حاصل کی۔ ان کے بیٹے عثمان سعید کے بہ قول کچھ عرصہ حافظ صاحب رحمہ اللہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور ان سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے۔

چند معروف اساتذہ:

استاد الحفاظ قاری عبدالرحیم میر محمدی، محدث العصر مولانا ابو یحییٰ سلطان محمود جلال پوری، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس گوڑ گانوی، مولانا عبداللطیف بھٹوی، مولانا پروفیسر عبدالحکیم سیف کوٹ رادھا کشن، مولانا شیخ الحدیث پیر محمد یعقوب قریشی، مولانا شیخ الحدیث عبدالرشید راشد ہزاروی۔

عصری تعلیم:

۱۹۷۳ء کو لاہور بورڈ سے عربی فاضل کا امتحان دیا اور ۱۹۷۸ء میں لاہور بورڈ سے اردو فاضل کیا۔ ۸۱/۱۹۸۰ء میں کالج فار ایلمنٹری ٹیچرز گکھڑ ضلع گوجرانوالہ سے معلم السنۃ شرقیہ (او ٹی) کا کورس درجہ اول میں کیا۔ ۱۹۸۳ء میں لاہور سے میٹرک کیا۔

۱۹۷۷ء کو بہ طور خطیب جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالا (حکیم غلام رسول والی) میں تقرری ہوئی۔ ۱۹۸۲ء کو ایم سی پرائمری سکول گوبند گڑھ گوجرانوالہ میں بہ طور ٹیچر مقرر ہوئے۔ ۲۰۰۲ء میں ایم سی ایلمنٹری سکول شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ سکیل نو سے ترقی کر کے سکیل ۱۴ ملا اور انچارج ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور تا وفات اس سکول میں کام کرتے رہے۔

۳/ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو کاموں کی ضلع گوجرانوالہ کے معروف کاروباری بزرگ حاجی محمد صدیق کی دختر سے منڈیالہ تیغہ میں آپ کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔

فریضہ حج کی ادائیگی:

۲۰۰۲ء میں اکیلے حج بیت اللہ تشریف لے گئے۔ ۱۳، ۲۰۱۲ء کو اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ والدہ مرحومہ کی طرف سے حج بدل کیا۔ وفات سے چند دن پہلے ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء کو اپنی بیگم، بیٹی اور نواسی کے ساتھ عمرہ کر کے آئے تھے۔ اور آئندہ وقت میں والد صاحب کی طرف سے حج بدل کا ارادہ رکھتے تھے مگر زندگی نے وفا نہ کی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خدمات:

۱۹۷۷ء تا ۲۰۱۴ء اپریل تک کھوکھر کی قیام رہا۔ کچھ عرصہ جامع مسجد اہل حدیث (حکیم غلام رسول والی) میں خدمات انجام دینے کے بعد حکیم صاحب کے مشورہ وتعاون سے نئی آبادی کھوکھر کی میں دو کنال اراضی لے کر بہت بڑی مسجد کی بنیاد رکھی مسجد تکمیل کو پہنچی اور خطباتِ جمعہ شروع ہو گئے۔ کئی سال وہاں خطبہ دینے کے بعد بہ وجوہ وہاں سے انھیں علیحدہ کر دیا گیا تو دل برداشتہ ہو کر پھر کہیں مستقل خطبہ جمعہ نہیں دیا۔ تقریباً تینتیس سال اس محلے میں زندگی بسر کی محلے کے اکثر و بیشتر بچے بچیاں آپ کے شاگرد تھے۔ تقریباً پچیس سال تک نکاح رجسٹرار رہے۔ تقریباً تئیس سال تک دونوں مسجدوں میں مجموعی طور پر خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ اپنے پرائے سب کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔

یوں تو آپ کے شاگرد کافی تعداد میں ہیں۔ مگر مسلک اہل حدیث کا نمایاں کام اور اسلام کی خدمت میں دن رات مصروف رہنے والی معروف مبلغہ محترمہ باجی زبیدہ امین حفظہا اللہ آپ کی خاص شاگرد تھیں۔ اور حافظ صاحب نے کئی دفعہ بتایا کہ آج کل زبیدہ امین ترمذی پڑھ رہی ہیں، ابوداود پڑھ ہی رہیں اور ابن ماجہ کا درس چل رہا ہے، وغیرہ۔ یعنی انھوں نے اکثر کتب حدیث حافظ صاحب سے پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی خدمات دین کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

(باقی صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

Why do priests and preachers enter Islam

مرتب: پروفیسر کاظم حسین کاظمی
ضخامت: ۱۹۵ صفحات
قیمت: ۲۰۰ روپے
سٹاکسٹ: عظیم اکیڈمی، ۲۲ اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37231448
تبصرہ نگار: پروفیسر خالد بدر

یہ کتاب دراصل ایک امریکی نومسلم جناب یوسف ایسٹس (Estes) کے لیکچرز، تقاریر اور مضامین کا مجموعہ ہے جسے پروفیسر کاظم حسین کاظمی نے ترتیب دیا ہے۔ فاضل مرتب اس سے پہلے ایک اور نومسلم جناب عبدالرحیم گرین کے لیکچرز کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں جو اُنھوں نے پیس ٹی وی (PeaceTv) پر دیے تھے۔

جناب یوسف ایسٹس (Estes) ایک کٹر عیسائی خاندان میں پیدا ہوئے اور کئی گرجا گھروں میں میوزک منسٹر رہے۔ ان کی ملاقات کاروباری سلسلے میں ایک مصری مسلمان سے ہوئی۔ پہلے تو روایتی تعصب کی وجہ سے وہ اس مصری مسلمان سے ملنے سے کتراتے رہے۔ لیکن پھر اسے عیسائی مذہب کی طرف مائل کرنے کی نیت سے اس سے ملنا شروع کر دیا۔ اس سے مل کر Estes کی بہت ساری غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ وہ یہ جان کر بہت حیران ہوا کہ مسلمان بائبل پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام پر بھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بائبل میں مذکور تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام پر بھی۔ بہر حال ان ملاقاتوں کے نتیجے میں اس کے قبولِ اسلام کی راہ ہموار ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جناب یوسف Estes صاحب نے دعوت وتبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا۔ اس کتاب میں مرتب شدہ ان کی تحریریں اس کی گواہ ہیں۔

اس کتاب کے اندر حق کے متلاشیوں کے لیے بہت سی راہ نمائی موجود ہے۔ اس میں عیسائیت اور اسلام، بائبل اور قرآن کے تقابلی مطالعہ پر مختلف لیکچرز اور مضامین شامل ہیں۔ ڈاکٹر ملّر کا قرآن اور بائبل کے تقابلی مطالعے پر ایک مضمون جناب یوسف ایسٹس کے تبصرے سمیت شامل ہے۔ بائبل میں آپ ﷺ کے ظہور کی واضح پیش گویاں موجود ہیں، ان پیش گویوں کی روشنی میں جناب یوسف ایسٹس نے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ ہی وہ رسول اور نبی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی تصورات اور قرآنی معلومات کا تقابلی مطالعہ بھی شامل ہے۔ ایک مضمون میں بائبل کے اندرونی تضادات کو واضح کیا گیا ہے اور بائبل کے تصورِ خدا پر بحث کی گئی ہے۔ ایک اور تحریر میں عیسائی مذہب میں تحریف اور تبدیلی کے ضمن میں Nicaea council (323ء) کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔

اسلام کے تصورِ جہاد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس تصور کی نفی کی گئی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اللہ کی ذات وصفات اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر مضامین بھی شامل ہیں۔

کتاب کے ٹائٹل پر یہ صراحت ہونی چاہیے تھی کہ یہ جناب یوسف Estes کے مضامین اور لیکچرز کا مجموعہ ہے۔ (اگرچہ بیک ٹائٹل پر یہ صراحت موجود ہے) یہ کتاب بنیادی طور پر انگریزی خواں طبقے کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ لہٰذا اسے ان تک زیادہ سے زیادہ تعداد میں پہنچانے کا انتظام ہونا چاہیے۔ تاہم اس پیپر بیک کتاب کا

اگلا ایڈیشن اپنیPresentationیعنی کمپوزنگ ، فارمیٹنگ ، طباعت اور کاغذ کے حوالے سے مزید بہتر ہونا چاہیے۔



دلائل النبوۃ (صداقتِ نبوت محمدی ﷺ)

تصنیف: ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار
ترجمہ وتعلیق: ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کاہلوں
ضخامت: ۲۹۳صفحات
ناشر: مکتبہ افکارِ اسلامی
ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔فون: 042-37244973
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

صداقتِ نبوتِ محمدی ﷺ دراصل ایک عربی زبان میں لکھی گئی کتاب ''دلائل النبوۃ'' جس کے مصنف ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار حفظہ اللہ ہیں، کا اردو ترجمہ ہے۔اسے اردو قالب میں ڈھالنے اور اس پر مفید وضروری تعلیقات لکھنے کی سعادتِ عظیمہ محترم پروفیسر حافظ شہباز حسن کاہلوں حفظہ اللہ کو حاصل ہو رہی ہے اس کتاب میں نبی آخر الزمان، خاتم الانبیاء والمرسلین، امام الانبیاء والمجاہدین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے سچا ہونے اور آپ ﷺ کی نبوت کے تاقیامت باقی رہنے کے بارے میں دلائل دیے گئے ہیں اور یہ دلائل بھی ایسے ہیں جو معجزاتِ رسول کریم ﷺ ہیں۔اور انھیں تاقیامت کوئی جھٹلا سکتا ہے اور نہ اس کا انکار ہی کر سکتا ہے۔نبی کریم ﷺ رؤوف الرحیم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک عمل اور ایک ایک فرمان حق اور سچ کی دلیل ہے۔حضور ﷺ تو اُس وقت بھی صادق (سچے) اور امین (امانت دار) تھے جب نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر پر نہیں رکھا گیا تھا۔یعنی نبوت کے لیے اللہ کریم نے ایسے صاف گو اور پاکیزہ اطوار بندے کو منتخب فرمایا۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

زیر تبصرہ کتاب یقیناً ایک پڑھی جانے والی کتاب ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔آپ ﷺ جس آدمی کے بارے جس طرح کی بات بھی فرما دیتے وہ بات من وعن پوری ہو کر رہتی تھی۔جس آدمی کے بارے خوش خبری بیان فرما دیتے یا کسی بات وعمل سے منع فرما دیتے تو لوگ آپ ﷺ کی بات پر یقین کر لیتے تھے حتیٰ کہ بعض کفار ایسے بھی دیکھے گئے جو اسلام جیسے سچے مذہب کا انکار کرتے تھے اور نبی برحق کی نبوت کا استہزا و مذاق کرتے تھے۔ان کے بارے نبی ﷺ نے بددعا کی اور ان کی ہلاکت کا پیغام دیا اور اللہ کریم کے بتائے ہوئے علم کے ذریعے اپنے اصحاب کو جو بھی فرما دیتے آپ کے اصحاب ویسے ہی عمل گزار ہو جاتے۔جس کافر یا زندیق کی ہلاکت کی خبر جناب نبی کریم ﷺ نے فرمائی وہ کافر ضرور قتل ہو کر رہا۔جس بندے کے بارے میں ہدایت کے کلمات نکلے وہ یقیناً ایمان والا ہو گیا۔

زیر تبصرہ کتاب میں نبی کریم ﷺ کے علم و وحی کے ذریعے بتائی گئی خبریں، اپنے بعض معاصرین کی موت کے متعلق پیش گوئیاں اور ان کی کیفیت، دنیا میں برپا ہونے والے فتنوں کے متعلق آگاہی، فتوحات اور کئی قسم کی پیش گوئیاں، رسول اکرم ﷺ کے حسی معجزات، ماکولات اور مشروبات کے علاوہ بعض دفعہ وضو کے پانی میں حیرت انگیز اضافہ ہو جانا اور بعض دفعہ کم مقدار میں موجود کھانے میں ایسی برکت ہو جانا کہ کئی افراد کے کھانے کے باوجود کھانا ختم نہ ہوا، وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ بلا شبہ سچے نبی اور سچے رسول تھے۔آپ ﷺ کی زندگی تمام انسانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دی گئی ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ کریم یہ مفید ترین کتاب ہر مسلمان کے لیے تحفہ رشد و ہدایت بنا دے۔نبی ﷺ کی زندگی میں معجزات کی حقیقت کو آشکارا کرنے والی یہ کتاب ہر صاحب ذوق کو ضرور خریدنی چاہیے۔کتاب کے ناشر جناب محمد سرور عاصم صاحب نے اہل علم کے لیے یقیناً یہ تحفہ شائع کر کے محبتِ رسول ﷺ کا ثبوت دیا ہے۔اللہ کریم مولف، مترجم وناشر کی خدمات قبول فرمائے، آمین۔



فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری
دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۹۔حبیب اللہ فاضل رشیدی۔مرزائیت کی حقیقت۔
۱۰۔محمد ولی الدین فاضل۔ختم نبوت اور قادیانی وسوسے۔
۱۱۔محمد ولی الدین فاضل۔قادیانیوں کا کلمہ اور حکومت پاکستان کا آرڈیننس۔
۱۲۔غلام رسول فیروزی۔الجواب الصحیح فی حیات المسیح علیہ السلام۔
۱۳۔مفتی عزیز احمد لاہوری۔اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی۔
۱۴۔مشرف بریلوی۔خاتم۔
۱۵۔خلیل الرحمان پانی پتی۔مرزا غلام احمد قادیانی اور مسئلہ جہاد۔
۱۶۔خلیل الرحمان پانی پتی۔اسلامی تعلیمات اور مرزا قادیانی۔

۲۹۷ء۸۹۳ عبداللطیف جہلمی

ع ا احتساب قادیانیت،جلد(۴۱)،ص:۵۹۲۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،حضوری باغ روڈ، ملتان۔
۱۔عبداللطیف جہلمی۔پاکستان کا غدار۔
۲۔محمد فیروز خان ڈسکوئی۔آئینہ قادیانیت۔
۳۔محمد مالک کاندھلوی۔قادیانی غیر مسلم اقلیت بن کر رہیں یا اسلام قبول کریں۔
۴۔پیر محمد کرم شاہ ازہری۔فتنہ انکار ختم نبوت۔
۵۔پیر محمد کرم شاہ ازہری۔فتنہ مرزائیت اور پاکستان۔
۶۔حکیم مظہر حسین قریشی صدیقی میرٹھی۔چودھویں صدی کا مسیح۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد بشیر سہسوانی

ا ب احتساب قادیانیت، جلد(۴۲)، ص: ۳۶۷۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔
۱۔محمد بشیر سہسوانی۔الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح۔
۲۔عبدالمجید دہلوی۔بیان للناس۔
۳۔عبداللہ شاہ جہان پوری۔شفاء للناس۔
۴۔دوست محمد خان بھوپالی۔النصر المبین فی رد اقوال الجاہلین۔
۵۔دوست محمد خان بھوپالی۔رقیمۃ الاخلاص۔
۶۔خلیل الرحمان بھوپالی۔نصرۃ الحق فی رد القول الذاہق۔
۷۔محمد اسماعیل علی گڑھی۔اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح
۸۔حسین بن محسن انصاری یمنی۔الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی۔
۹۔سعداللہ لدھیانوی۔قادیانی دجال کا استیصال۔
۱۰۔سعداللہ لدھیانوی۔دوسہ حرفیاں (چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح)
۱۱۔سعداللہ لدھیانوی۔نظم حقانی مسمی بہ سرائر قادیانی۔
۱۲۔سعد اللہ لدھیانوی۔حملہ آسمانی دربارہ شکست قادیانی۔
۱۳۔سعداللہ لدھیانوی۔حقوق۔
۱۴۔غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری۔الالہام الصحیح فی اثبات حیات مسیح۔

۱۵۔غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری۔آفتاب صداقت۔

۸۹۳ء۲۹۷ سعید احمد جلال پوری

ل س اختساب قادیانیت، جلد (۴۳) ،ص: ۵۲۸۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔سعید احمد جلال پوری۔قادیانی گستاخیاں۔

۲۔سعید احمد جلال پوری۔قادیانی فریب۔

۳۔سعید احمد جلال پوری۔قادیانیت کا تعاقب۔

۴۔سعید احمد جلال پوری۔قادیانیت کا تعاقب (وقت کی ایک اہم ضرورت)۔

۵۔سعید احمد جلال پوری۔جشن خلافت (قادیانی عقائد ونظریات کے آئینے میں)

۶۔سعید احمد جلال پوری ۔ آئین پاکستان اور اعلیٰ عدالتوں کے خلاف ایک خطرناک سازش۔

۷۔پروفیسر منور احمد ملک۔مضامین پروفیسر منور احمد مالک

۸۔شیخ راحیل احمد (جرمنی)۔مضامین شیخ راحیل احمد۔

۹۔شیخ راحیل احمد (جرمنی)۔ شیخ راحیل احمد حال مقیم جرمنی کے تین کھلے خط۔

۱۰۔فیض اللہ گجراتی۔ردالدجاجلہ۔

۸۹۳ء۲۹۷ سید محمد ہاشم شمسی

ل س اختساب قادیانیت، جلد (۴۴)، ص: ۶۴۰۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔سید محمد ہاشم شمسی۔عالم گیر نبوت۔

۲۔ڈاکٹر اسرار احمد۔قادیانی مسئلہ اور اُس کا نیا اور پیچیدہ تر مرحلہ۔

۳۔امان اللہ۔مرزا کی کہانی اُس کی اپنی زبانی۔

۴۔عبدالرحیم عاجز امرتسری۔قادیانی دجل۔

۵۔عبدالرحیم ڈیروی۔مرزائیوں کے خطرناک ارادے

۶۔عبدالرحیم ڈیروی۔مرزائیوں کا اصلی چہرہ۔

۷۔عبدالرحیم ڈیروی۔مرزائیوں کی خوفناک سیاسی چالیں

۸۔بہاء الحق قاسمی۔مطالبہ حق۔

۹۔بہاء الحق قاسمی۔گستاخ مرزا۔

۱۰۔بہاء الحق قاسمی ۔ مرزائی لٹریچر میں توہین انبیاء وصلحاء۔

۱۱۔بہاء الحق قاسمی۔غذائے مرزا۔

۱۲۔ماسٹر محمد ابراہیم۔ابن مریم زندہ ہیں حق کی قسم۔

۱۳۔محمد موسیٰ۔لودھراں شہر میں مرزائیوں کی یلغار اور مسلمانان لودھراں کی فریاد۔

۱۴۔محمد موسیٰ۔فرقہ غلام احمد (مرزائیت) کی حقیقت۔

۱۵۔محمد موسیٰ۔مقام محمدیت اور دجل مرزائیت۔

۱۶۔محمد موسیٰ۔خاتم الانبیاء کی عدالت میں مرزا غلام احمد کو سزا اور حقیقت۔

۱۷۔محمد موسیٰ۔آنجہانی مرزا قادیانی مرد تھا یا عورت۔

۱۸۔محمد موسیٰ۔آنجہانی مرزا قادیانی کرشن تھا یا دجال۔

۱۹۔ مسلمانان داور۔ مرزائیوں کی شکست فاش کا دلچسپ نظارہ (ربوہ کے نزدیک ایک مناظرہ)۔

۲۰۔نعیم آسی۔اقبال اور قادیانی۔

۲۱۔نعیم آسی۔قادیانی مسئلہ آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کا تقاضا کرتا ہے۔

۲۲۔محمد سلیم دیوبندی۔اسلامیہ پاکٹ بک۔

۲۳۔محمد سلیم دیوبندی۔حقیقت مرزا۔



زیر اہتمام: ندائے اسلام ویلفیئر فاؤنڈیشن

زیر نگرانی: مفتی الشیخ مبشر احمد ربانی صاحب حفظہ اللہ

زیر نگرانی: مفتی الشیخ عبداللہ رفیق صاحب حفظہ اللہ

زیر نگرانی: حافظ الشیخ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ

30 روزہ دورہ تخصص وتربیتی کورس

طلبہ علم کیلئے عظیم خوشخبری

جس میں

- تفسیر القرآن واصولہ
- حدیث واصولہ
- اصول فقہ
- اجراء (قرآن وحدیث کا نحوی وصرفی حل)
- فرق ومذاہب باطلہ کا تحقیقی جائزہ
- مکتبہ شاملہ، جوامع الکلم، کتب تسعۃ ودیگر مکتبات واسلامی ویب سائٹس کا تعارف وپریکٹس

بتاریخ 18 شعبان تا 18 رمضان

نوٹ

☆ شائقین علم جلد از جلد رابطہ فرمائیں
☆ رجسٹریشن جاری ہے
☆ تمام طلبہ اپنے ہمراہ اپنی لغت ضرور لائیں
☆ موسم کے مطابق اپنا بستر ہمراہ لائیں

اساتذہ دورہ تخصص

- مفتی الشیخ مبشر احمد ربانی صاحب حفظہ اللہ
- مفتی الشیخ عبداللہ رفیق صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ خاور رشید بٹ صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ محمد یحیی عارفی صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ ابو عبداللہ طارق صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ محمد طیب محمدی صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ عتیق الرحمن علوی صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ عطاء الرحمن علوی صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ ارشد کمال صاحب حفظہ اللہ
- الشیخ ابو سفیان سلفی صاحب حفظہ اللہ

بمقام: جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث نیو کرول

شالامار ٹاؤن لاہور
0333-4694840
0334-4097980

مقامِ مصطفیٰ ﷺ

ہر زباں پر ہے پیامِ مصطفیٰ ﷺ
ہر نفس ہے شاد کامِ مصطفیٰ ﷺ

کر دیا ثابت شبِ معراج نے
کتنا اونچا ہے مقامِ مصطفیٰ ﷺ

خالقِ باری کا یہ احسان ہے
میرے ہونٹوں پر ہے نامِ مصطفیٰ ﷺ

حوضِ کوثر سے ہے اُمت بہرہ ور
اے خوشا یہ فیض عامِ مصطفیٰ ﷺ

عاصیوں کو بخشوانے کے لیے
دیدنی ہے اہتمامِ مصطفیٰ ﷺ

چاند بھی ہے پائے اقدس پر نگوں
اللہ اللہ احترامِ مصطفیٰ ﷺ

اے خدا راسخ پہ بھی ہو التفات
یہ بھی ہے ادنیٰ غلامِ مصطفیٰ ﷺ

(راسخ عرفانی)